(۳۶)

اگر تو گرد کی تہ صاف کرنا چاہتا ہے شیشۂ دل سے
تو یہ الفاظ کہہ دل سے کہ ان میں زندگی کا اصل جوہر ہے
"وہ انساں جو نہ یہ سمجھے کہ یکساں ہیں سبھی قومیں، سبھی فرقے"
"حقیقت میں وہ عاصی ہے اگرچہ شرع میں وہ پارسا ٹھہرے"

فقیہ شہر کے فتوؤں کی سختی پر یہ میرا تبصرہ سُن لے
حقیقت کے سمندر میں یہ ایمانِ شریعت ایک کشتی ہے
بناوٹ میں بہت اچھی ہے یہ کشتی، بہت مضبوط ہیں تختے
مگر ٹکرائے گی جب بحر کے طوفان سے پڑ جائیں گے رخنے

سُن اے محبوب میرے، اس جہاں میں کیا غضب ہے کیا قیامت ہے
حقیقت سے جو باغی ہے، وہ ملّا مرشدِ اہلِ شریعت ہے
ہم علم و فن کے طالب ہیں، کتابِ عشق پڑھتے ہیں وضو کر کے
ہمارے مدرسہ کو عشق کہتے ہیں، معلّم حق تعالیٰ ہے

۳۷

آنکھیں ہیں اس لئے کہ تجھے دیکھتا رہوں
اور ہاتھ اس لئے کہ ہم آغوش ہو سکوں
ہاں، آج ہو گی روح روانہ تری طرف
تا کل میں آستانہ پہ تیرے پہنچ سکوں

ہاں، آج راہِ شوخ پہ جانے دے رُوح کو
کل تک کا وقت دے مجھے، انجام جو بھی ہو
جنّت کا تحفہ مجھ کو بھلا کیوں قبول ہو
چاہا تھا کب یہ میں نے کہ جنّت میں جا بسوں

اللہ، یہ بہشت نہیں میرے کام کی
ایک آنکھ یہ نہ بھائیگی دل کو مرے کبھی
یہ کربِ شوق، دردِ فراق اور بے خودی
کیا صرف اِس لئے ہیں کہ جنّت کو پا سکوں؟

جنّت سے اہلِ دین کو تو نے لبھا لیا
لیکن میں جانتا ہوں کہ خلد بریں ہے کیا
جنّت میں کیا دھرا ہے بجز حور اے خدا
شوقینِ حور میں نہ کبھی تھا، نہ آج ہوں

مذہب یہ جو چلے اُسے فردوس پیش کر
مجھ کو تری طلب ہے، تری چاہیئے نظر
میرے لئے یہ ننگ ہے اے خالقِ بشر
جنّت کے واسطے میں تری ذات چھوڑ دوں

---

(٣٨)

ساقی جہاں شرابِ اطہر پلا رہا ہے
فردوس عرش سے بھی بالا وہ میکدہ ہے
بن مانگے بھر رہا ہے ساقی دلوں کے ساغر
میکش ہیں مست و بےخود وہ کیف چھا گیا ہے
گو بار پا چکے ہیں خلوت کدہ میں اس کے
سوزِ طلب سے پھر بھی دل اپنا جل رہا ہے
پروانہ بن گئے ہیں یہ مہر و ماہ اُس کے
خلوت کدہ میں شعلہ جو شمع سے اُٹھا ہے
یونس خموش رہیئے، نادان سے نہ کہیئے
عارف جو بےخودی میں الفاظ کہہ گیا ہے
تجھ کو خبر نہیں کیا، کس طرح مردِ ناداں
کھوتے ہیں جو بھی موقع اُنکو یہاں مِلا ہے

(۳۹)

حقیقت سے ہوا جب سامنا اپنا
بڑی حیرت سے موجودات کو دیکھا
اِس عالم اور اُس عالم کے جلوے
سبھی کچھ ہم نے ہر تخلیق میں پایا

فلک جو گردشوں میں ہے ہمیشہ سے
مقام ایسے کہ جو تحت الثریٰ میں ہیں
حجاب اتنے نہیں جن کا شمار آئے
سبھی کچھ ہم نے ہر تخلیق میں پایا

یہ ساتوں آسماں، ساتوں زمینیں بھی
سمندر، وادیاں، کوہسار، صحرا بھی
جہنّم، اور جنّت اور برزخ بھی
سبھی کو ہم نے ہر تخلیق میں پایا

شبِ دیجور بھی اور روزِ روشن بھی
فلک کے سات تارے انکی کرنیں بھی
وہ آیت بھی کہ جو ہے لوحِ بالا پر
سبھی کچھ ہم نے ہر تخلیق میں پایا

وہ کوہِ طورِ موسیٰ جس پہ پہنچے تھے
وہ معمورہ کہ جو دانع فلک پر ہے
اور اسرافیل کا صورِ قیامت بھی
سبھی کچھ ہم نے ہر تخلیق میں پایا

زبور، انجیل، توراۃ اور قرآں بھی
اور ان میں درج احکام خداوندی
اور اُن کے معنی و مطلب کی سچائی
سبھی کچھ ہم نے ہر تخلیق میں پایا

(۴۰)

فقط یہ غزل خوانیاں تا بکے دل
چلیں اب چلیں یار کے پاس اے دل
نہ مر حسرت و یاس و غم سے مرے دل
چلیں، اب چلیں یار کے پاس اے دل

چل، اب یہ نگر، یہ زمیں چھوڑ جائیں
غمِ یار میں روئیں، آنسو بہائیں
لئے ہاتھ میں ساغرِ عشق جائیں
چلیں، اب چلیں یار کے پاس اے دل

چل اے دل، کہ چھوڑیں یہ دنیائے فانی
نہ دھوکے میں آ، یہ نہیں جاودانی
دوئی سے حذر، ایک رکھ زندگانی
چلیں، اب چلیں یار کے پاس اے دل

مرا رہنما بن کے تو، ساتھ ہو لے
مجھے کوچۂ یار کی رہ دکھا دے
ہم اس راہ میں آگے دیکھیں نہ پیچھے
چلیں، اب چلیں یار کے پاس اے دل

چل اس وقت سے پہلے جب موت آئے
اجل سے مری زندگی بچ نہ پائے
فرشتہ مری روح کو لے کے جائے
چلیں، اب چلیں یار کے پاس اے دل

چل اب روحِ اقدس کی جانب چلیں ہم
چل اپنے خدا کا پتہ پوچھ لیں ہم
چلیں اور یونس کو لے کر چلیں ہم
چلیں، اب چلیں یار کے پاس اے دل

کتابیات

فاضل مصنف نے اصل کتاب کے آخر میں کتابیات
کی ایک طویل اور جامع فہرست شامل کی ہے جو
بیشتر ترکی اور یورپ کی دوسری زبانوں اور
مقالوں پر مشتمل ہے۔ چونکہ یہ تحریریں ہمارے
قارئین کی دسترس سے باہر ہیں، اس لئے ذیل میں
ہم صرف انگریزی کی کتابوں اور مقالوں کی فہرست
دے رہے ہیں

BEALE, W. : Translations of Yunus Emre poems in Ahmed Adnan Saygun's "Yunus Emre Oratorio", Programme of the United Nations Concert presented by the President of General Assembly, November 25, 1958.

BIRGE, John Kingsley : The Bektashi Order of Dervishes, London, Luzac and Co., 1937.

BIRGE, John Kingsley: "Yunus Emre: Turkey's Great Poet of the People", The Mac Donald Presentation Volume, Princeton, New Jersey, Princeton University Press, 1933.

ECEVIT, Bulent: "Yunus Emre", appendix to Modern Turkish Poetry, New York, Turkish Information Office, undated.

GIBB, E.J.W. : A History of Ottoman Poetry, Vol. 1 London, Lowe and Brydone, 1900.

HALMAN, Talat S. : "Turkish Humanist Poetry" Gazette, Zurich, October 1970.

HALMAN, Talat Sait: "Man, Love and God in the Poetry of Yunus Emre", Turkish Digest. Washington, D. C., Vol. 6, No. 2, February, 1970.

HALMAN, Talat Sait: "Imitations and Mutations: The Impact of Islam on Turkish Poetry", Yearbook of Comparative Literature, Indiana University, 1971.

Mac CALLUM, Lyman: "Yuns Emre", Muslim World, Vol. XXXVI, April, 1946.

SCHIMMEL, Annemarie: "Yunus Emre", Numen, Vol. VII', Fasc. 1, January 1961.

SOFI HURI : "Yunus Emre-In Memoriam", Muslim World, Vol, XLIX, April, 1959.

WALSH, John R. : "Yunus Emre: A 14th Century Turkish Hymnodist Numen, Vol. VII, Fasc. 2-3, December 1960.

Urdu Translation of

THE HUMANIST POETRY OF YUNUS EMRE

by

Talat Sait Halman

یونس اِمریہ

ترکی کا عظیم عوامی شاعر

مؤلف : طلعت سعید حلمان
مترجم : احسن علی خان

یکے از مطبوعات علاقائی ثقافتی ادارہ

یونس اِمریہ

ترکی کا عظیم عوامی شاعر

مؤلف : طلعت سعید حلمان
مترجم : احسن علی خان

علاقائی ثقافتی ادارہ (آر، سی، ڈی)
پاکستانی شاخ اسلام آباد

کتاب ——— یونس امریہ
مصنف ——— طلعت سعید حلمان
مترجم ——— احسن علی خاں
اشاعت ——— اوّل، ۱۹۷۴ء
تعداد ——— ایک ہزار
طابع ——— خورشید پرنٹرز اسلام آباد
کتابت ——— ادارہ 'القلم' راولپنڈی
قیمت ——— دس روپے

یکے از مطبوعات علاقائی ثقافتی ادارہ

(آر، سی، ڈی)

نمبر ۴۷

فہرست مضامین

YUNUS EMRE کے نام کا عثمانی (فارسی) رسم الخط میں اِملا "یونس امریہ" ہے۔ اس کتاب میں اسی کا تتبع کیا گیا ہے موجودہ ترکی کے لاطینی رسم الخط میں E کی آواز اُردو کے ہلکے زیر جیسی ہے عربی زبان کے فتحہ (زبر) اور الف ماقبل مفتوح کے لئے لاطینی رسم الخط کا 'A' استعمال کیا جاتا ہے۔

پیش لفظ

فتح ایران کے بعد مالِ غنیمت مدینہ منورہ پہنچا۔ اسے مسجدِ نبوی کے صحن میں جمع کر دیا گیا۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی۔ درہم و دینار کے علاوہ جواہرات کے انبار تھے جن کی چکاچوندھ سے آنکھیں چندھیاتی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے زر و جواہر کے اس ڈھیر پر نگاہ ڈالی اور بے ساختہ رو پڑے۔ ساتھی حیران تھے کہ یہ رونے کا کونسا موقع ہے۔ فرمایا کہ جہاں دولت آتی ہے وہاں رشک و حسد سے پیدا ہونے والی اخلاقی بیماریاں بھی اپنے ساتھ لاتی ہے۔ صحیح مسلم شریف میں اسی مضمون کی ایک حدیث نبوی حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے جس میں قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی فتح یابی اور اس کے ہولناک اخلاقی نتائج کی پیشین گوئی حضرت صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کی گئی ہے۔

دورِ اول کی یہ فتوحات مسلمانوں کی تاریخ کا اہم ترین باب ہیں۔ جس قدر قلیل مدت میں، جتنے وسیع رقبے پر، جتنی کم خوں ریزی کے ساتھ یہ فتوحات پھیلیں اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ ان ہی فتوحات کے ذریعہ مسلمانوں نے دنیا کے تمدن کی مردہ رگوں میں تازہ خون دوڑایا۔ لیکن خود اسلام کو، اس کے اخلاقی نصب العین کو، ان سے سخت نقصان پہنچا۔ حضرت عثمان رضؓ کی بے کسی کے عالم میں شہادت، خانہ جنگیوں کا سلسلہ، کربلا کا تاریخِ عالم کا المناک ترین سانحہ، خانہ کعبہ پر منجنیقوں سے گولہ باری، حجاج بن یوسف کی

خون آشامی ـــــ یہ سب سیاسی اقتدار کی بارگاہ میں اخلاقی اقدار کا نذرانہ تھا جو مسلمانوں کو پیش کرنا پڑا۔

حرص وہوا اور جنگ و جدال کے اس سیلِ بلا کے آگے دورِ اوّل کے صوفیاء نے زہد و قناعت کا بند باندھا۔ ان میں سر فہرست ہیں۔ حضرت حسن بصری، حضرت سفیان ثوری اور حضرت رابعہ بصریہ۔ رحمہم اللہ

جب عباسیوں کے شروع کے دور میں علم و حکمت کے خزانے مشرق و مغرب سے لا کر بغداد کے بیت الحکمۃ میں ڈھیر کر دیئے گئے، تو اربابِ تصوّف نے ان میں سے اخلاق و معرفت کے علوم کو اپنے لئے چُن لیا۔ عالمِ اسلام میں جہاں دوسرے دینی اور دنیوی علوم کی بنیاد پڑی، وہاں تصوّف کے عملی مجاہدے نے بھی علمی رنگ اختیار کیا جس کی آب و تاب امام غزالی اور شیخ اکبر ابن عربی کی تصانیف میں اپنی انتہا کو جا پہنچی۔ علم تصوّف کی بنیادیں قرآنی تعلیمات پر استوار کی گئی تھیں لیکن یونان و ایران و ہند و سندھ کے علوم و فنون کے اثرات جہاں مسلمانوں کی فکری و تمدنی زندگی کے بلا استثناء ہر گوشے پر پڑے وہاں تصوّف نے بھی انہیں قبول کیا۔ صوفیاء کے لئے یہ ناگزیر تھا۔ کیونکہ تصوّف ظاہری رسوم اور روایات سے زیادہ باطن کی اصلاح پر زور دیتا ہے اور مختلف تمدنوں اور شریعتوں میں نمایاں فرق ظاہر کا ہے، باطن کے لحاظ سے ان میں بڑی یکسانی پائی جاتی ہے۔

گیارھویں صدی عیسوی میں جب تمام عالمِ اسلام میں سیاسی و تمدنی انحطاط آیا اور معاشرے میں انتشار پیدا ہوا تو صوفیائے کرام نے معاشرتی اور معاشی تنظیم کا کام بھی اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور ایک طرف صوفی سلسلوں کی بنیاد پڑی تو دوسری جانب تصوّف کی باطنی تعلیم کے زیرِ اثر فُتُوَّۃ (جوانمردی) کی تحریک شروع ہوئی جس نے مسلمان پیشہ وروں کو منظم کیا۔ اس تحریک کا زیادہ زور وسط ایشیا اور ایشیائے کوچک میں رہا تیرھویں صدی عیسوی کے وسط میں جب تاتاری حملوں کے سیلِ خون میں مسلم سلطنتیں بہہ گئیں۔ قصرِ خلافت ڈھے گیا، تو

ان ہی صوفی سلسلوں اور تنظیموں نے مسلمانوں کے شیرازے کو سمیٹا اور یہ کرامت کر دکھائی کہ:-

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

تصوّف کے ان سلسلوں میں سے ایک کے بانی تھے خواجہ احمد یَسَوی (متوفی ۱۱۶۶ء) یہ "پیر ترکستان" کے لقب سے مشہور ہیں، لیکن ان کی تعلیم اور تنظیم کا اثر صرف ترکستان تک محدود نہیں رہا بلکہ ایشیائے کوچک میں جہاں جہاں ترک آباد ہوئے وہاں ان کے یَسَوی سلسلہ کی اشاعت ہوئی۔ انہوں نے تصوف کی تعلیم کو ترکی زبان کی نظموں میں بھی پیش کیا۔ یہ نظمیں ترکی کے اپنے اوزان اور لوک گیتوں کے سانچوں میں ڈھلی ہوئی تھیں، اس لئے ادبی اور جمالیاتی اوصاف سے عاری ہونے کے باوجود ترک عوام میں بہت مقبول ہوئیں۔ خواجہ احمد یَسَوی کی طرف جو "دیوانِ حکمت" منسوب ہے اس کا زیادہ حصہ غالباً الحاقی ہے، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے ترکی زبان میں عوامی صوفیانہ شاعری کی بنیاد ڈالی جو یونس امریہ کے نغموں میں اپنے اوج کمال پر پہنچی۔

یونس امریہ نے ۱۳۲۰ء کے لگ بھگ وفات پائی۔ یقیناً انہوں نے وہ زمانہ دیکھا ہوگا جب عثمانِ اوّل (متوفی ۱۲۸۱ء) اس سلطنت کی بنیاد رکھ رہے تھے جو اُن سے منسوب ہو کر خلافتِ عثمانیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ عثمان اوّل کے جانشین اُرخان جن کے ہاتھوں اس سلطنت کی بنیادیں مستحکم ہوئیں۔ یونس امریہ کے ہم عصر تھے۔ یونس امریہ کی وفات کے تقریباً دس سال بعد ابن بطوطہ نے اناطولیہ کے ان سرسبز پہاڑوں اور شاداب وادیوں کی سیاحت کی تھی جن میں گشت کرتے ہوئے ترکی زبان کے اس عظیم ترین عوامی شاعر نے اپنے صوفیانہ سرمدی نغمے بکھیرے تھے۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامے میں اس وقت کے اناطولیہ کی جو تصویر کھینچی ہے اس میں سب سے شوخ رنگ فُتُوَّۃ کی "اخی" تحریک کا ہے جس کی جڑیں سارے ایشیائے کوچک میں پھیلی ہوئی تھیں اور جس کے مہمان خانے ترکی کے تمام شہروں اور قصبوں میں یہ دعوت دے رہے تھے

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے

ہزار ہا شجرِ سایہ دار راہ میں ہے

ان ہی درختوں کی گھنیری چھاؤں میں یونس امریہ جیسے "عاشق" عوام کی زبان میں، عوام کے طرزِ بیان کے مطابق لوک دُھنوں میں عشقِ الہٰی کے زمزمے اور دکھی دنیا کے درد کے گیت گاتے پھرتے تھے۔ (ترکی زبان میں مُحب کے علاوہ اِن جہانیان جہاں گشت قلندر صفت گویّوں کو بھی عاشق کہتے ہیں جن کے سرخیل یونس امریہ تھے۔)

اس کتاب کے فاضل مصنف نے بجا طور پر عاشق یونس امریہ کی انسان دوستی کو اپنا موضوع چنا ہے۔ انسان دوستی نہ صرف یونس امریہ بلکہ تمام صوفی شعراء کا مرکزی نظریہ ہے فاضل مترجم نے یونس امریہ کی منتخب منظومات کو اُردو کے شعری قالب میں خوبی کے ساتھ ڈھال کر اپنی غیر معمولی قادر الکلامی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ محترمہ ڈاکٹر نسیم ضیا نے جو ترکی ادبیات کی عالمہ ہیں اور اس ادارے کے ساتھ اسسٹنٹ ڈائرکٹر کی حیثیت سے منسلک تھیں اُردو ترجمے کا مقابلہ یونس امریہ کے ترکی متن کے ساتھ کیا ہے اور جہاں کہیں ضرورت محسوس کی گئی فاضل مترجم نے اپنے ترجمے میں مناسب ترمیمیں کیں۔ اس طرح گویا اب یہ منظوم ترجمہ راست ترکی زبان سے کیا گیا ہے۔ خدا کرے یونس امریہ کے قبولِ عام کا کچھ حصّہ اسے بھی عطا ہو۔

سیّد قدرۃ اللہ فاطمی

ڈائرکٹر، علاقائی ثقافتی ادارہ۔ آر، سی، ڈی

پاکستانی شاخ

کچھ مصنف کے بارے میں

جناب طلعت سعید حلمان ترکی شاعر، نقاد اور مترجم ہیں۔ وہ پرنسٹن یونیورسٹی نیو یارک یونیورسٹی، کولمبیا یونیورسٹی اور دیگر درس گاہوں میں ترکی زبان وادب کے استاد رہ چکے ہیں۔ وہ رابرٹ کالج اور کولمبیا یونیورسٹی سے سند یافتہ ہیں۔ ۱۹۷۱ء میں وہ ترکیہ کے پہلے اور واحد وزیر ثقافت رہ چکے ہیں۔

ترکیہ کے وقیع جرائد و رسائل میں ان کی نظمیں، مضامین، انشائیے اور ترجمے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ انہوں نے اپنی طبع زاد نظموں کے مجموعہ کے علاوہ کئی کتابوں کے ترجمے بھی شائع کئے ہیں۔ ان کتابوں میں ولیم فاکنر کی نائٹس گیمبٹ (KNIGHT'S GAMBIT) شیکسپیئر کی سانیٹس، اسکیمو شاعری ولیس اسٹیونس کی منتخب نظمیں، قدیم مصری شاعری اور ولیم فاکنر کی تخلیقات اور سوانح شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی زیر طبع کتابوں میں منتخبات آرچی لوکس، سنسکرت شاعری امریکی انڈین شاعری اور تصوراتی شاعری شامل ہیں۔

طلعت سعید حلمان فروری ۱۹۶۹ء سے جولائی ۱۹۷۱ء تک استنبول

کے کثیرالاشاعت روزنامہ "ملیّت" کے کالم نگار کی حیثیت سے بھی کام کر چکے ہیں۔

ترکیہ سے باہر طلعت سعید حلمان نے کئی جرائد اور انسائیکلوپیڈیا کے لئے مضامین لکھے ہیں۔ ان کی فہرست حسب ذیل ہے:۔

1. The Encyclopaedia of Poetry and Poetics.
2. The Reader's Encyclopaedia of Shakespeare.
3. The Encyclopaedia of World Literature in the 20th Century.
4. The Encyclopaedia of Islam.
5. Dictionaire des litteratures etrangeres con emporaines.
6. The Literary Review.
7. The New Leader.
8. Modern Poetry in Translation.
9. Yearbook of Comparative Literature.
10. The Middle East Journal.
11. The Village Voice.
12. Modern Near East: Society and Literature.
13. Mid East.
14. Stories from Many Lands.
15. Literature East and West. وغیرہ وغیرہ۔

انہوں نے بے شمار مضامین اور تبصرے لکھے ہیں جو Books Abroad اور Quarterly of International literature میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ وہ آخرالذکر رسالہ کے ایڈیٹوریل بورڈ میں بھی شامل ہیں۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں طلعت سعید حلمان کی ترجمہ کردہ مندرجہ ذیل دو کتابیں شائع ہوئی ہیں۔

۱ :۔ جوسنو واغلرجہ کی منتخب نظمیں (ٹیٹس برگ یونیورسٹی پریس ۱۹۶۹ء)

۲ :۔ "میں استنبول کی آواز سن رہا ہوں" ـــــ اُرحان ولی کانک کی منتخب نظمیں (کورنتھ بکس، نیویارک، ۱۹۷۱ء)

۱۹۷۲ء میں The Literary Review نے ۱۹۶۰ء سے "ترکی ادب کے دس سال" کا خاص نمبر اور Books Abroad نے "مشرق قریب کے ادب" پر خاص نمبر ترتیب دینے کے لئے طلعت سعید حلمان کی خدمات مہمان مدیر کی حیثیت سے حاصل کیں۔

وہ آج کل انگریزی میں "جدید ترکی شاعری"، "جدید ترکی ڈرامے" اور "جدید ترکی افسانے" کے منتخبات ترتیب دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ترکی ادب پر Literature of East & West اور Review of National Literatures کے خاص نمبروں کی ادارت بھی کر رہے ہیں۔ یہ خاص نمبر ۱۹۷۳ء میں شائع ہوں۔

۱۹۷۱ء میں جب آق حک نے استنبول میں یونس امریہ بین الملّی سیمینار منعقد کیا تو طلعت سعید حلمان نے وزیرِ ثقافت کی حیثیت سے اس کا افتتاحی خطبہ پڑھا۔ اور یونس امریہ کی انسان دوستی" کے عنوان سے ایک مضمون بھی سیمینار میں پیش کیا۔ انہوں نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں کئی مقامات پر بشمول ہارورڈ یونیورسٹی، کارنیگی انٹرنیشنل سنٹر، انڈیانا یونیورسٹی اور پرنسٹن یونیورسٹی، یونس امریہ پر متعدد لیکچر دیئے اور تقریریں کیں۔

تمہید

ترکی شاعری کی طویل تاریخ میں یونس امریہ کی انسان دوست شخصیت سب سے زیادہ پُراثر ہے اور اس کا کلام شاید سب سے زیادہ اہمیت اور معنویت کا حامل ہے۔ تقریباً سات صدیاں گزرنے کے بعد بھی اس کی عظمت میں فرق نہیں آیا۔ یونس امریہ کے مشہور معاصرین اور بعد کے عوامی صوفی شعراء کی ایک بڑی تعداد بھلائی جا چکی ہے لیکن اُس کی تخلیقات آج بھی وجہِ انبساط ہیں اور اس کا کلام عصرِ جدید کے اخلاقی اور فنّی تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ اس کے خیالات جدید انسان کے دل میں جذبات اور احساسات کے تار مرتعش کرتے ہیں۔ یہ خوبی خصوصاً اس کلام میں پائی جاتی ہے جس کا موضوع انسان دوستی ہے۔

یونس امریہ تمام نسلِ انسانی کو امن، دوستی اور محبّت کا پیغام دیتا ہے ؎

میں آیا نہیں بہر جنگ و عداوت
مرا مقصدِ زندگی ہے محبّت

آج سے سات صدی قبل اس نے ہمیں اِن الفاظ میں اچھی زندگی گذارنے کی دعوت دی تھی۔ ؎

دارِ فانی میں اچھی گذارو حیات
یاں ہمیشہ کسی کو بھی رہنا نہیں

گو یونس امریہ کی شاعری اور زندگی پر کافی تحقیقی مواد موجود تھا تاہم آج سے دس سال قبل تک ہمارے نقاد اسلامی انسان دوستی کی وہ اقدار نظر انداز کرتے رہے جو ترکیہ میں پروان چڑھی تھیں اور جن کا اظہار یونس امریہ نے نہایت بلیغ انداز میں کیا ہے۔ یہ کمی آق بنک نے (جس کے اربابِ اختیار ترقی پسند اور روشن خیال ہیں) یونس امریہ کی چھ سو پچاسویں برسی کے موقع پر دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس بنک نے ثقافتی اُمور کے ڈائرکٹر، ڈاکٹر وحدت ندیم تور کی سرپرستی اور رہنمائی میں یونس امریہ پر ایک بین الاقوامی سیمینار کا انتظام کیا تاکہ اس کی انسان دوستی کا پہلو اُجاگر کیا جا سکے۔ اس سیمینار کا موضوع تھا: "یونس امریہ — تیرھویں صدی عیسوی میں انسانیت کا پیغامبر"۔ یہ سیمینار استنبول میں ۶۔ستمبر ۱۹۷۱ء سے ۸۔ستمبر ۱۹۷۱ء تک جاری رہا۔ ترکیہ، فرانس، انگلستان، جرمنی اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے آئے ہوئے فاضل ادیبوں نے سیمینار میں پچیس مضامین پیش کئے۔ اِن مضامین کا ایک مجموعہ تیار کیا گیا ہے ان کے علاوہ آق بنک نے فرانسیسی زبان میں یونس امریہ کی منتخب نظموں کا ترجمہ بھی شائع کیا ہے۔ تحسین سراج اِن نظموں کے مترجم ہیں

مذاکرہ میں یونس امریہ کے آفاقی اور انسانی نظریات پر روشنی ڈالی گئی۔ کسی ترک شاعر کی تخلیقات پر گہرائی اور گیرائی سے غور کرنے کی یہ ایک واحد مثال تھی۔ یہ امر معنی خیز ہے کہ سیمینار کا خاص نعرہ یا اصولِ عمل یونس امریہ کا مندرجہ ذیل شعر تھا:

نفرت میری واحد دشمن
ساری دُنیا میرا نشیمن

یونس امریہ کی برسی جو اس انداز سے منائی گئی تو دنیا کے لوگوں کو ترکیہ کے اِس شاعر میں دلچسپی پیدا ہو گئی۔ یونیسکو نے یونس امریہ کا نام دُنیا کے اُن ادیبوں کی فہرست میں شامل کر لیا، جنہیں ۱۹۷۱ء کا خصوصی اعزاز دیا گیا ہے۔

ترکیہ میں یونس امریہ کی تخلیقات کے پانچ مجموعے شائع کئے گئے ہیں وزارتِ تعلیم عامہ نے ہائی اسکولوں کے طلبار کے لئے "یونس امریہ کی شاعری میں انسانیت" کے عنوان پر مضامین کا ایک مقابلہ منعقد کیا۔ وزارتِ ثقافت نے "یونس امریہ عجائب خانہ" قائم کیا۔ استنبول اور انقرہ میں مشہور مغنّی عدنان سائیگن کی زیرِ ہدایت یونس امریہ کی نظموں پر مبنی غنائیے منعقد کرائے اور ۱۹۷۲ء میں بعلبک تہوار کے موقع پر بھی اِن غنائیوں کا انتظام کیا۔ بڑے بڑے شہروں میں موسیقی اور شاعری کے لاتعداد پروگرام پیش کئے گئے۔ اِس کے علاوہ کئی ادبی رسائل نے یونس امریہ نمبر شائع کئے۔

یہ کتاب یونس امریہ کی انسان دوستی کو اس کے فلسفیانہ اور جمالیاتی پس منظر میں پیش کرنے کی ایک کوشش ہے۔ اس میں یونس امریہ کی چالیس (۴۰) نظموں کا کلی یا جزوی ترجمہ انگریزی میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یونس امریہ پر ترکی اور دیگر زبانوں میں اہم کتابوں کی فہرست بھی شامل کی گئی ہے۔

عصرِ جدید میں "انسانیت" اور "آفاقیت" ترکی شاعروں کے پسندیدہ موضوع رہے ہیں۔ اس صدی کے شروع میں توفیق فکرت (سنہ ۱۸۶۷ء تا سنہ ۱۹۱۵ء) نے کہا تھا:

زمیں میرا گھر اور ہم قوم ہیں میرے اہلِ زمیں
یہ احساس اگر ہے تو انسان انساں ہے ورنہ نہیں

دورِ حاضر کے ایک ممتاز شاعر فضل حسن داغلرجہ (پیدائش سنہ ۱۹۱۴ء) کی مندرجہ ذیل نظم "وسیع دنیا" بیک وقت مخلوقِ خدا کی تفریق کا ماتم اور نسلِ انسانی کے اتحاد کی پُرزور اپیل ہے:

وہ ترکی ہو کہ افریقہ کہ ہندوستاں ۵
جہاں جاؤ وہاں ہر چیز ہے یکساں
وہ ترکی ہو کہ ہندی ہو کہ افریقی
سبھی کو زندگی سے پیار ہے کتنا
سبھی کو موت سے ڈرتے ہوئے دیکھا
زباں کچھ ہو

نظر کی گفتگو کو سب سمجھتے ہیں
زباں کچھ ہو
مگر سب اک فضا میں سانس لیتے ہیں
ہم انساں کیوں جدا ہیں، اجنبی کیوں ہیں؟
یہ ملکی سرحد ایسی تیغ ہے جس نے
ہم انسانوں کی خوشیوں کے گلے کاٹے
ہم انساں ہی جدا کیوں، اجنبی کیوں ہیں؟
پرندے آسماں میں بھائی ہوتے ہیں
جہاں میں بھیڑیئے بھی مل کے رہتے ہیں

فکرت اور داغلرجہ کی نظموں میں جدید انسان دوستی کا اظہار ہے۔ لیکن یونس امریہ کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ اس نے سات صدی قبل انسانی اخلاقیات اور آفاقی انسان دوستی کے وہ نغمے سنائے جو آج کی جنگ زدہ اور تفرقہ خیز دنیا کو امن و آشتی اور آفاقی محبّت کا پیغام دے رہے ہیں، وہ کہہ رہا ہے کہ:

ع آؤ عاشق بنیں اور معشوق بھی

میں پروفیسر قاہر اِز، ڈاکٹر وحدت ندیم تور اور پروفیسر سنجر تونگچ کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کی تیاری میں دلچسپی لے کر میری حوصلہ افزائی فرمائی اور اپنی رفیقۂ حیات سنیحہ طلعت حلمان کا احسان مند تو میں ہمیشہ سے ہوں اور ہمیشہ رہوں گا کہ اُن کی عملی دلچسپی اور حوصلہ افزائی کے بغیر میرے

لئے اس کتاب کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ناممکن ہوتا۔

میں بصد خلوص توقع کرتا ہوں کہ اس کتاب کی اشاعت سے نہ صرف ترکیہ بلکہ بیرونِ ممالک میں بھی یونس امریہ کے مطالعہ کا ذوق پیدا ہوگا۔

میں نے یونس امریہ کی انسان دوستی پر اُس کے مذہبی، سیاسی اور جمالیاتی پسِ منظر میں تبصرہ کیا ہے۔ اُمید ہے کہ یہ تبصرہ ترکیہ کے اس عظیم انسان دوست شاعر کے فلسفہ اور شاعری کی طرف ساری دنیا کی توجہ مبذول کرانے میں مددگار ثابت ہوگا۔

یونس اِمریہ

کی

انسان دوستی

طلعت سعید حلمان

یونس امریہ کی انسان دوستی

دھرتی میری پالن ہار
دھرتی والے میرے یار

انسان دوستی ترک ثقافت کی پائندہ روایت ہے۔ قبول اسلام اور اناطولیہ میں بود و باش اختیار کرنے سے پہلے ہی ترکوں کے افکار اور احساسات کا مرکز انسان بن چکا تھا۔ یہ اس وجہ سے ممکن ہوا کہ ترک ایک طویل عرصہ تک نقلِ مقام کرتے رہے اور ایشیا کے مختلف علاقوں سے ان کا واسطہ پڑتا رہا۔ مقامات کی تبدیلی، ثقافتی رجحانات کے تغیرات، مختلف مذاہب کے اثرات، کئی قوموں اور دیگر گروہوں کے خلاف جنگ و جدال اور آفاتِ قضا و قدر سے تحفظ کی جد و جہد نے ترکوں میں اگر ایک طرف زندگی کی ناپائیداری کا احساس پیدا کیا تو دوسری طرف یہ ایقان بھی بخشا کہ انسان ارضی و سماوی آفات و خطرات کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ مختلف نسلوں ــــ سے ربط نے ترکوں میں نسلی تعصّب کم کر کے وسیع المشرب تعلقات کی صلاحیت پیدا کی۔ ثقافتی اور عمرانی زندگی میں انقلابی تبدیلیوں نے ترکوں کے دلوں میں یہ بات بٹھا دی کہ سماجی اداروں، قوانین اور رسم و رواج سے زیادہ انسان پر اعتماد کرنا چاہیئے۔

انسان دوستی کا بیج ترک اپنے ساتھ لائے تھے اس کے لیئے اناطولیہ کی زمین زرخیز ثابت ہوئی کیونکہ یہاں پہلے ہی تصوّف کا پودا پروان چڑھ چکا تھا۔ قبولِ اسلام اور اسلامی ثقافت کے لوازم جذب کرنے کے دوران ہی کئی ترک نظریہ تصوف اور اس سے وابستہ انسان دوست تصورات کے قائل ہو چکے تھے کیونکہ یہ ان کی قبولِ اسلام سے پہلے کی انسان دوستی سے ہم آہنگ تھے۔

تیرھویں صدی عیسوی کے آخر تک خصوصًا مولانا جلال الدین رومی کا تصوّف اناطولیہ کے کئی علاقوں میں قبولِ عام حاصل کر چکا تھا۔ اناطولیہ طوائف الملوکی اور جنگ و جدال کے ایک ایسے طویل دور سے گذرا تھا جو صدیوں تک جاری رہا اس دور میں صلیبی جنگیں ہوئیں۔ بزنطینی سلطنت اور سلجوقی ترکوں کے درمیان معرکے ہوئے اور منگولوں نے حملے کیئے۔ خود اناطولیہ کی مختلف ریاستوں کے درمیان جنگیں اور مرکز سے علیحدگی کے لیئے بغاوتیں ہوتی رہیں۔ طوائف الملوکی اور جنگوں کے اس طویل دور سے گذرنے کے بعد لوگ ایک ایسے امن کے خواہش مند تھے جس کی اساس انسان کے شرفِ خلقی کی قدر پر رکھی گئی ہو۔ ایسے میں تصوّف، امن اور انسانی اقدار کا پیغام بنکر سامنے آیا کیونکہ یہ ایک ایسا فلسفہ ہے جو انسان کو خدائی صفات کا حامل قرار دیتا ہے گو ابھی تک غازی یا شہید کہلانے کی آرزو ترکوں میں جنگ کے محرک کا کام کرتی تھی تاہم انسانی قدر و عظمت پر مبنی فلسفۂ تصوّف کی علمی روایت ایک ایسا کردار ادا کر رہی تھی جس کے مقاصد مذہبی اور فرقہ وارانہ جنگ و جدل کے خلاف نہیں تو اس سے مختلف ضرور تھا ترکی صوفیا نے اس خیال کو فروغ دیا کہ صرف ایک جنگ جائز ہے اور وہ ہے اپنے نفس کے خلاف جنگ کیونکہ نفس یا 'انا'، تکبر، خود غرضی، ہوس اور بے وفائی کو جنم دیتا ہے

اس لئے صوفیائے کرام جنگ کی مذمت کرتے تھے اور اسے اخلاقی گناہ سمجھتے تھے۔

تیرھویں صدی کے آخر میں اناطولیہ کے انسان دوستی کی روایت پر مبنی تصوّف نے امن، اخوّت انسان کے خلقی شرف اور انسانی بہبود کے تصوّرات کو فروغ دیا۔ یہ دراصل اس انسان دوستی کا ہی نقطۂ عروج تھا ——— یا یوں کہیئے کہ نقطۂ تکمیل تھا ——— جو ترک ایشیا سے اپنے ساتھ لائے تھے۔

ترکوں کی انسان دوستی کا بہترین نمائندہ یونس امرہ ہے (انتقال ۱۳۲۰ء) اس کی شاعری ترکوں کی تاریخ کے مذکورہ بالا تینوں ادوار (یعنی اناطولیہ میں ورود سے قبل کے دور، اناطولیہ میں اسلام قبول کرنے سے پہلے کے دور اور قبولِ اسلام سے بعد کے دور) کی انسان دوستی کا جوہر اور ان تمام انسانی نظریات کا سرچشمہ ہے جو شعوری یا غیر شعوری طور پر ترکوں کی علمی زندگی پر اثر انداز ہوتے رہے ہیں۔

یونس امرہ ترکی اناطولیہ کا وہ اہم ترین ادیب ہے جس نے اپنے اندر اسلامی تعلیمات کو سمو لیا تھا اور جس میں اسلام کی بنیادی اقدار اور صوفی عوامی شاعری کا امتزاج ملتا ہے۔ اس کے اشعار میں انسان کی قدر پر زور دیا گیا ہے۔ وہ اسلام کو کٹر معتقدات کا مجموعہ نہیں سمجھتا بلکہ ضمیر کی آزادی اور معاشرہ کی بنیادی اقدار کا مذہب مانتا ہے۔

انسان دوستی کا نظریہ وہ نظامِ فکر ہے جو خدا، فطرت اور معاشرہ سے انسان کا رشتہ اس کی عظمت کی بنیاد پر متعین کرتا ہے۔ اس نظریہ کی رو سے تخلیق کا معیار انسان ہے۔ لیکن اسلام ہی نہیں بلکہ دیگر بڑے مذاہب کی رو سے بھی دنیا میں انسان کا وجود قدر یا معنوی اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ دیگر مذاہب کی طرح اسلامی دنیا میں بھی انسان کی ناقدری پر مبنی دین کی متکلمانہ تعبیر اور ظاہری مذہبی رسوم کے خلاف

جدلیاتی ضد کی صورت میں تصوّف اور انسان دوستی کے نظریات نے جنم لیا۔

یونس امریہ ترکیہ کا وہ پہلا عظیم انسان دوست ہے جس نے کٹّر مذہب پرستوں سے دوٹوک اختلاف کیا اور انسانی وجود کی اہمیّت اور احترامِ آدمیت پر زور دیا:

مجھے اب کیا غرض ہے آسمانوں سے
کہ میرا تو زمیں پر چاند نکلا ہے
زمیں پر جس جگہ میری نگاہیں تھیں
وہیں سے ابرِ رحمت کا برستا ہے

یہ خدا کی ماورائی ہستیِ مطلق سے انکار نہیں بلکہ اپنے باطن میں خدا کی ذات کا شعور اور انسان میں اس کے ظہور کا دیدار ہے۔ ازمنۂ وسطیٰ کے ماورائی فلسفے کی طرح یونس امریہ کے ہم عصر مذہبی اجارہ دار بھی انسان سے نفرت کا پرچار کر رہے تھے۔ وہ انسان کو ناپاک لوتھڑا اور اس کے وجود کو ناکارہ سمجھتے تھے۔ انسان کی تحقیر کے اس روّیہ کے خلاف یونس امریہ نے کھُلی بغاوت کی۔ اس نے انسانی عظمت کا ذکر چھیڑا اور اس کا تصوّر "مردود" کے بجائے ایک ایسی ہستی کے روپ میں پیش کیا جو خدا کی حقیقت اور محبّت کا مظہر ہے:

تخلیق سے محبّت، خلاق کے لئے ہے

خدا سے صوفی کی والہانہ محبّت نے اس سے سوفوکلس کی طرح اس یقین کا اظہار کرایا کہ:

دنیا میں عجائب تو بہت پاؤ گے لیکن!
انسان سا عجب کوئی نہیں، کوئی نہیں ہے

یونس امریہ کے خیالات میں اس انتہائی مغالطہ کی کوئی جگہ نہیں جو خدا اور انسان کو ایک دوسرے سے جُدا سمجھتا ہے. اس کا فلسفہ سقراط کی انسان دوستی سے قریب تر ہے سقراط کی طرح وہ بھی یہ مانتا ہے کہ صداقت انسان کے باطن میں جاری و ساری ہے، اور الوہیت نفخت فیہ من روحی" ہے[1] ——— ایک سچّے صوفی کی حیثیت سے یونس امریہ نے حقیقت کی تلاش جاری رکھی اور سخت ریاضت کے بعد اس پر یہ انکشاف ہوا کہ:

وہ رب جس کے افسوں میں سارا جہاں ہے
وہ سب کی زبانوں میں سحرِ بیاں ہے
وہ رب ماورائے زماں و مکاں ہے
مگر اپنا گھر اس نے دل کو بنایا
مرا ذہن بھٹکا گماں سے گماں تک
گیا جستجو میں کہاں سے کہاں تک
نہ پایا اُسے فرش سے آسماں تک
جو پایا تو انسان کے دل میں پایا

انسان کی برتری صوفی شاعر کے ایمان کا جزو بن گئی تھی. چنانچہ وہ مذہبی رسم پرستوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے :

نہ مکّہ کو جاؤ، نہ کعبہ میں دیکھو
خدا کو ذرا اپنے دل ہی میں ڈھونڈو

عشق یونس امریہ کی شاعری کا نمایاں عنصر ہے. وہ عشق کو خدا اور انسان کی

---

(۱) الحجرات ۴۹ : ۱۰

اعلیٰ ترین صفت شمار کرتا ہے:

دولتِ عشق کیا ملی، کوئی کمی نہیں رہی

وہ عشق کو روح کے لئے وجہ افتخار و انبساط سمجھتا ہے:

عشق سے بہتر، عشق سے برتر
کون سی شے ہے، کوئی بتائے؟

اس نے عشق کو ایک ایسی روحانی قوت پایا جو ان حدود سے ماوراء جاتی ہے جن میں انسان جکڑ دیا گیا ہے:

جس پر عشق نے جادو ڈالا
اُس نے دین و دنیا چھوڑے

یونس امریہ "ہمہ اوست" کا قائل ہے۔ اُسے یقین ہے کہ خدا کا وجود کائنات میں جاری و ساری ہے۔ وہ کائنات سے علیٰحدہ مافوق نہیں بلکہ اُس کے اندر شامل اور اس سے عبارت ہے۔ اس کے نزدیک تمام مادی اشیاء، روح یا شعور سے مملو ہیں اور عشق کے ذریعہ اعلیٰ درجات حاصل کر سکتی ہیں۔ وہ ہر شے کا تصوّر اس طرح کرتا ہے کہ گویا ان میں جان اور شعور ہے۔ اصل دین کے دینِ فطرت ہونے اور وحدتِ ادیان کے تصورات یونس امریہ کے علمِ کلام کا جزو لاینفک ہیں:

کبھی کوہ و دمن کا ہمنوا ہو کر
خدایا، میں تجھے آواز دیتا ہوں
کبھی مرغ سحر کا ہمنوا ہو کر
خدایا، میں تجھے آواز دیتا ہوں

کبھی میں ساتھ عیسیٰ کے فلک پر ہوں
کبھی میں ساتھ ہوں موسیٰ کے سینا پر
عصا اونچا اٹھا کر پھر سر سینا
خدایا، میں تجھے آواز دیتا ہوں

اس کی اکثر نظموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صرف قرآن ہی پر حصر نہیں کرتا، بلکہ چاروں آسمانی صحائف پر ایمان رکھتا ہے۔ کبھی کبھی اُس کے اشعار میں قبل از اسلام کے مذہبی نام بھی آتے ہیں:

ایوّب ہوں میں نے صبر کیا ہے
میں جارج ہوں، سو بار مرا ہوں

یونس امریہ اُس انسان دوستی کا نمائندہ ہے جسے پادری بریماں نے "عبادت گذار دوستی" سے تعبیر کیا ہے۔ اس کی سوچ کا مرکزی نقطہ یہ عقیدہ ہے کہ انسان خدا کی طرح مقدس اور کامل ہونا چاہتا ہے۔ وہ خدا نہیں بن سکتا لیکن صحیح معنوں میں انسان بن کر اُس مقام تک ضرور پہنچ سکتا ہے جو خدا سے نزدیک ترین ہے۔ کئی صدی بعد مانٹیین نے بھی یہ نظریہ اپنایا لیکن یونس امریہ اس نظریہ پر یہ اضافہ کرتا ہے کہ عشق سے انسان خدائی صفات کا حامل ہو سکتا ہے۔

پانچویں صدی میں پروٹیگورس نے کہا تھا کہ "انسان ہی تمام چیزوں کا معیار ہے۔" یہ قول اب کہاوت بن چکا ہے اور اِسے انسان دوستی کے نظریہ کی ابتدا مانا جاتا ہے لیکن اس کی اہمیت عقلی استدلال تک محدود ہے۔ یونس امریہ نے اس خیال کو شاعرانہ جذبات اور وحدت الوجودی تصورات کا پیراہن بخشا ہے۔

یونس امریہ کے زیادہ تر بنیادی نظریات تصوّف کی روایت میں رچے ہوئے ہیں اور یہ وہ مخصوص روایت ہے جس کی بنیاد تیرھویں صدی کے صوفی فلسفی اور شاعر مولانا جلال الدین رومی نے رکھی تھی۔ گو مولانا روم ثقافتی اور لسانی اعتبار سے ایرانی ورثہ کو کام میں لائے ہیں لیکن وہ اناطولیہ کے باشندے تھے۔ جس طرح ازمنۂ وسطیٰ کے یورپی مصنفوں اور فلسفیوں نے اپنی قومی زبان پر لاطینی کو ترجیح دی اسی طرح مولانا روم نے فارسی کو اپنا ذریعۂ ابلاغ بنایا۔ لیکن دانتے کی طرح یونس امریہ نے اپنے ہی عوام کی زبان میں اشعار لکھے۔ وہ ان کی ہی زبان بولتا تھا اس لئے اس نے انہیں خدا کی مقدس محبّت سے ڈھارس بندھائی اور اس محبّت کا احساس یہ کہہ کر دلایا کہ:

جس انسان میں اِک رمق عشق کا نور ہے
خدا کا وجود اس کے اندر بھی منوّر ہے

چونکہ وہ عوام کی زبان میں شعر کہتا تھا اور اس نے لوگوں کو خدا کے مقدس عشق کا شعور اور سہارا دیا تھا اس لئے وہ عوام کا پیرومرشد اور روائتی ہیرو بن گیا۔ یونس امریہ نے دور دراز کے سفر کئے اور بنجاروں کی سی زندگی بسر کرتا رہا۔ اس نے دوسرے درویشوں کی طرح کسی ایک مقام کو اپنا مسکن نہیں بنایا جہاں وہ جاتا اپنے گیت سُناتا اور اپنے عقائد کی تبلیغ کرتا۔ اناطولیہ کے اندرونی علاقوں میں اس کے گیت آج تک گائے جاتے ہیں۔ وہ اتنا مشہور اور ہردل عزیز ہے کہ تقریباً ایک درجن شہروں کے لوگ اس کا مزار اپنے شہر میں ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

۱۹۵۷ء میں جب ساریکویے شہر میں یونس امریہ کے مزار کی نئی تعمیر کے لئے معمولی پیمانے پر افتتاح کی تقریب کا انتظام کیا گیا تو قریب کے شہروں اور دیہات سے تقریباً تیس ہزار لوگ جمع ہو گئے۔ وہ جوق درجوق پیدل ٹرکوں اور بیل گاڑیوں پر بیٹھ کر آئے اور ان تیس ہزار کسانوں اور شہریوں نے مل کر یونس امریہ کا مندرجہ ذیل گیت (جو ترک مسلمانوں کی شاید سب سے مقبول حمد ہے) گا کر اُسے خراجِ عقیدت پیش کیا:

سنو، خلدِ بریں میں کوثر و تسنیم کے چشمے
سُناتے ہیں خدائے عزّوجل کی حمد کے نغمے
سنو، اسلام کے طائر چمن میں چہچہاتے ہیں
خدا کے گیت گاتے ہیں، خدا کے گیت گاتے ہیں

یہ حمد انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں استنبول اور دیگر شہروں میں بچے مدرسہ آتے جاتے یا پڑھائی شروع ہونے سے پہلے گایا کرتے تھے۔ اس طرح دیہات اور شہروں میں یونس امریہ کی شاعری نہ صرف ایک مقبول اور عزیز جمالیاتی تجربہ بلکہ ایک زندہ ثقافتی طاقت کی حیثیت رکھتی ہے۔ غالباً یہ کہنا صحیح ہوگا کہ تمام اسلامی ادب میں یونس امریہ سب سے اہم عوامی شاعر ہے بہرحال ترکیہ کا تو یقیناً وہ شاعر اعظم ہے۔ اس نے اس زمانے میں شاعری کی جب کہ اناطولیہ میں ابھی ترکی زبان کی عوامی شاعری کی داغ بیل پڑی تھی اور اسی کے ہاتھوں اس عوامی شاعری کی روایت پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ بعد کے ادوار میں ترکی کا کوئی بھی عوامی شاعر

اس بلندی کو نہیں چھو سکا حالانکہ نسلاً بعد نسلٍ عوامی اور صوفی شعرا یونس امریہ کی شاعری کو حسن و خوبی کا معیار سمجھتے ہوئے اس کے طرز کو اپنانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

یونس امریہ نے اپنی تخلیقات میں ترکی زبان کی روح سمودی ہے اس نے نظم کی وہ ہیئت استعمال کی ہے جس کے موجد خود ترک تھے۔قبولِ اسلام کے بعد ترکی کے بیشتر شعرا جن میں یونس امریہ کے ہم عصر اور اخلاف دونوں ہی شامل ہیں، عربی اور فارسی زبانوں کے معیار فن اور اقدار کے دلدادہ ہوگئے اور انہوں نے اس بات کو ترجیح دی کہ ان زبانوں سے مستعار لی ہوئی ہیئت، عروض اور ذخیرۂ الفاظ استعمال کریں لیکن یونس امریہ کو شاعری کی وہ اصناف اور ہیئتیں مرغوب تھیں جو ترکوں کی اپنی ایجاد تھیں۔اس نے سبب خفیف والی سادہ بحریں استعمال کیں اور عوامی زبان میں اپنے جذبات اور اپنے ایمان و عقائد کی سچائی کا اظہار کیا۔ نکھرا ہوا طرزِ بیان، سادہ تمثیلات اور سہل استعارے اس کے اسلوب کی خصوصیات ہیں۔ اس نے لفّاظی اور طول بیانی سے ہمیشہ گریز کیا، اس کے نزدیک:

بڑا انبار لفظوں کا گدھے کو زیب دیتا ہے

دوسرے شعرا اکثر پُرانے شاہکاروں کی نقل کرتے رہے لیکن یونس امریہ نے اپنے دور کی زندہ روایت سے رشتہ استوار رکھا۔ وہ تقلید کے اور یونس امریہ اجتہاد کا قائل تھا گو یونس امریہ نے عربی اور فارسی کی ہیئت (خصوصاً غزل)، عروض اور الفاظ سے بھی کام لیا ہے لیکن اس کی بیشتر اچھی

تخلیقات سبب خفیف کی بحروں میں ہیں اور ان میں مقامی ورثہ کے بہترین عناصر استعمال کیئے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ شہروں میں رہنے والے طبقۂ خواص کے شعراؔ سے بالکل مختلف ہے۔ یہ شاعر ایسے دقیق اشعار لکھ کر فخر محسوس کرتے تھے جن میں عربی اور فارسی الفاظ کی بھرمار ہو اور جو صرف تعلیم یافتہ خواص کی سمجھ میں آسکیں۔ بعد میں جب یہ الفاظ متروک ہو گئے تو ان شاعروں کا کلام بھی طاقِ نسیاں کی زینت بن گیا لیکن یونس امریہ کی خالص ترکی زبان نے اسے زندہ رکھا۔ اس کے انتقال کو آج سات صدیاں گذرنے کے بعد بھی لوگ بار بار لغات کا سہارا لیئے بغیر اِس کے کلام سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس چودھویں صدی سے لے کر انیسویں صدی تک کے بیشتر کلاسیکی شعراء کا کلام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔

یونس امریہ کے کلام کی بقا اور توانائی کا راز اس کی عام فہم زبان ہی میں نہیں بلکہ اس امر میں بھی پوشیدہ ہے کہ اس کے موضوعات ابدی اور اس کے نظریات اور احساسات آفاقی ہیں۔ وہ نہ صرف ترکیہ بلکہ ساری دنیا کے لئے آج کا شاعر ہے۔ ہمارا زمانہ محبّت اور نفرت کے درمیان ڈرامائی کشمکش کا دور ہے۔ ہم جنگ کو رَد کر چکے ہیں کیونکہ اس کی ابتدا بدی اور انتہا انسانیت کے خلاف جرم ہے۔ ہم محبّت کو نشاطِ حیات سمجھتے ہیں بیسویں صدی کی چھٹی اور ساتویں دہائی کا نعرہ یہ ہے کہ "جنگ نہیں، عشق کرو"۔ یہ تو وہی نعرہ ہے جو آج سے سات صدی قبل یونس امریہ نے

بلند کیا تھا:

میں آیا نہیں بہرِ جنگ و عداوت
مرا مقصدِ زندگی ہے محبّت

اپنے دور سے آج تک یونس امرہ ہمیں روحانی رہنمائی اور جمالیاتی انبساط مہیا کرتا رہا ہے۔ اس کی شاعری آفاقی قدروں اور صداقتوں سے بھری پڑی ہے۔ وہ فطرت کی رفاقت اور خدا کے وصل کی شراب کا سرور ہے۔ اس کے تخیّل میں وصلِ الٰہی کا عنوان بار بار ایک بنیادی مثالیت کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کے انسان دوستی کے تصوّر میں وہ عنصر بھی شامل ہے جسے ہیگل نے "روح کی آرزوئے معروض اور انسان کی خواہش وقوفِ عالم" کہا ہے۔ یونس امریہ اس خواہش سے بھی ایک قدم آگے جا کر حسنِ عالم سے جمالیاتی انبساط حاصل کرتا ہے۔ وہ زندگی کی مخصوص انسانی مسرت کا اظہار اس طرح کرتا ہے:

دنیا تو ہے اک شوخ سجائی ہوئی دلہن
بھرتا نہیں دل، کتنا ہی کوئی اسے دیکھے

یونس امرہ کا یہ ایمان تھا کہ انسان خدائی صفات کا حامل ہے۔ اس لئے اس کے نزدیک ایسا کتابی علم بیکار ہے جو انسان کی قدر کرنا نہ سکھائے

بیکار ہے تیرا علم اگر انسان کی تجھ کو قدر نہیں
انسان جہاں میں اشرف ہے، انسان خدا کا مظہر ہے

اس طرح یونس امرہ چودھویں صدی عیسوی کے شاعر پیٹرارک اور

پندرھویں صدی کے اراز مس سے زیادہ نزدیک ہے جنہوں نے اپنی کلاسیکی یا نشاۃ ثانیہ کی انسان دوستی کے تحت اُس ملّایانہ کٹّرپن کو مذموم ٹھہرایا جسے مسیحی علمِ کلام نے لوگوں پر مسلّط کر رکھا تھا۔ اور اس طرح عام آدمی میں یہ احساس تازہ کیا کہ اس دنیا میں اس کی زندگی کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ دانتے کی طرح یونس امریہ نے بھی غیر فانی ہستی کی برتر اقدار واضح کرنے کے لئے فانی زندگی کے اعلیٰ اخلاقی نمونے بطور علامات استعمال کئے ہیں۔ یونس امریہ بھی عام لوگوں کو "تصوّف کی رجائیت" کا تحفہ پیش کرتا ہے۔ وہ انہیں یقین دلاتا ہے کہ انسان کی ذات میں خدائی صفات موجود ہیں اس لئے وہ اپنی ذات سے ماورا ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اسلامی تصوّف نے خدا کو اپنے نظامِ فکر کا محور بتاتے ہوئے انسان دوستی کا سبق دیا ہے۔ یونس امریہ کی شاعری میں یہی تصوّف رچا بسا ہوا ہے۔ اس کا علمِ کلام موروثی نظریات پر مبنی ہے کیونکہ اس کا اپنا کوئی طبع زاد فلسفہ نہ تھا۔ اس نے نہ علمِ کلام نہ فلسفہ میں کوئی جدّت کی ہے۔ اس نے تو انسان دوستی کی تبلیغ کے لئے باطنی اور صوفیانہ افکار اور ادب کے اس خزینے سے استفادہ کیا ہے جو اسے میسّر تھا۔ اس ادب کے ارتقا کا سلسلہ بہت طویل ہے جس میں بودھ مت، ہندو یوگا، مانوی باطنیت، پلوٹینس کی نوفلاطونیت، عیسائی رہبانیت، یہودی اور مسلمان مفکرین اور صوفیا مثلاً منصور الحلاج، ابن عربی، الغزالی، عطّار، احمد یسوی، مولانا جلال الدین رومی وغیرہ کے صوفیانہ خیالات و افکار شامل ہیں۔

خدا کی وحدانیت تصوّف کی بنیاد ہے۔ مذہب کے کٹڑ اور روایتی عقائد سے ہٹ کر تصوّف کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان خدا کی مخلوق ہی نہیں بلکہ اس کا عکس بھی ہے۔ یونس امریہ کہتا ہے:

آئینہ ہے یا تیرا جلوہ نظر آتا ہے
اس میں تو مجھے اپنا چہرہ نظر آتا ہے

انسان خدا کا عکس ہے۔ یہ عکس اپنے اصل سے عارضی طور پر جُدا ہو گیا ہے اور اسے اپنی حقیقت (یعنی خدا) سے وصل کی آرزو ہے صوفی اپنے محبوب کے فراق میں تڑپ رہا ہے۔ اس کا پاکیزہ عشق اس وقت تک ناآسودہ رہتا ہے جب تک کہ وہ ہجر و فراق کے روحانی مصائب اور تکالیف سے گذر کر روحانی انبساط کی وہ کیفیت حاصل نہ کر لے جو واصل بالذات ہونے سے ملتی ہے۔ یونس امریہ کے اشعار عشق و فراق کے کرب کی آواز ہیں:

میرے قدم ہیں آگ پر دشت بدشت، کو بکو
چاک ہے میرا پیرہن، میرا بدن، لہو لہو
ہوش نہیں، جنوں نہیں، عالم ہو نہ ہاؤ ہو
دیکھ تو تیرے عشق میں حال مرا ہوا ہے کیا!

تصوّف کی راہ میں تین مقام آتے ہیں — طہارت، کشف اور وصال صوفی اس وقت تک خدا (مقدس محبوب) کے وصال کی منزل نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ اپنی "انا" کی آلودگیوں سے پاک نہ ہو جائے۔ نفسِ امّارہ کو

مارنے کا نقشہ یونس امریہ نے مندرجہ ذیل جاذبِ توجہ شعر میں اس طرح کھینچا ہے:

سمندرِ غیظ پر سوار، اُٹھائے تیغ آبدار
چلا اور اس نے اپنے نفسِ بد کو قتل کر دیا

عشق ہی صوفی کو محبوب کی جُدائی سے نجات دلاتا ہے۔ خدا کا وصال نہ "تو" "انا" کی دستبرد سے نصیب ہو سکتا ہے نہ جسمانی موت سے۔ اس منزل تک پہنچنے کے لئے عشق کی طہارت اور روشنی ضروری ہے۔ صوفی موت سے نہیں ڈرتا کیونکہ اُسے یقین ہے کہ عشقِ الٰہی نے اُسے غیر فانی بنا دیا ہے یونس امریہ نے اس یقین کا اظہار اس طرح کیا ہے:

نہ ڈر موت سے، موت وہم و گماں ہے
تری زندگی بیکراں، جاوداں ہے

کٹر اعتقاد کے مطابق خدا کائنات اور انسان کا خالق ہے مگر وہ کائنات سے باہر اور اپنی مخلوق سے مختلف ہے۔ لیکن تصوف کی رو سے خالق کائنات میں سمایا ہوا ہے اور خدا اور انسان کے درمیان دوئی نہیں ہے۔ کائنات کی کوئی بھی شے خدا سے علیحدہ وجود نہیں رکھتی۔ سب کچھ خدا کی ذات کا عکس اور اس کا مظہر ہے۔ صوفیانہ شاعری میں کٹر اعتقاد کی اُس غلط ثنویت کے حوالے جا بجا ملتے ہیں جو انسان اور خدا کو ایکدوسرے سے علیحدہ قرار دیتی ہے۔ تصوف کا مرکزی نظریہ وحدت الوجود ہے یونس امریہ نے یہ بنیادی نظریہ اس طرح بیان کیا ہے:

ہر مردِ حق آگاہ کو معلوم ہے یہ بات
وحدت کے مظاہر ہیں تمام ارض و سماوات
اللہ سے ملنا ہے تو آپ اپنے کو پہچان
وہ ہے تری آواز، ترا جسم، تری جان

صوفی اپنے خدا کو "کمالِ مطلق" اور "جمالِ مطلق" سمجھتا ہے۔ اس لئے اس کے روحانی اکتسابات میں جمالیاتی احساس (جسے مقدس اور مجازی حسن کی والہانہ محبت کہنا چاہیئے) بھی شامل رہتا ہے۔ صوفیا کے نزدیک خدا خود "عشقِ ذات" میں محو ہے۔ تخلیق کائنات کے متعلق نظریۂ تصوّف کے عناصر ترکیبی میں سے ایک عنصر یہ بھی ہے کہ دراصل خدا نے کائنات اور انسان اسی لئے پیدا کئے ہیں کہ وہ اِن آئینوں میں اپنے "حسنِ کامل" کے رنگا رنگ جلوے دیکھتا رہے۔ چنانچہ یونس امرہ کے اشعار میں اکثر اس مضمون کا اعادہ ہوتا ہے کہ "انسان کی ذات میں خدا کا ظہور ہے" یا "انسان حسنِ الٰہی کے جلوؤں کا حقیقی عکس ہے":

آدمی کیا، ایک تصویرِ خدا
اللہ آدم ہے، اور آدم اللہ

صوفی کا فرض ہے کہ وہ خدا سے عشق کرے اور عشق کی منازل سے گذر کر انسانِ کامل بن جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے خود اپنی ذات کا عرفان ضروری ہے۔ یونس امرہ کے بقول:

سچا علم اپنی ذات کا عرفان ہے

اس عرفان کے بغیر انسان اپنے درجے سے گر جاتا ہے:

خود کو جو جانے وہی انسان ہے
جو نہ جانے بدتر از حیوان ہے

جس نے خود کو جانا اس نے خدا کو پہچانا۔ لڈوگ فیورباخ نے اسے یوں بیان کیا ہے کہ "خدا انسان کی اعلیٰ ترین داخلیت ہے"۔ "اُلوہیت کی ضروری خصوصیات اثباتِ ذات اور عشق ہیں اور یہی وہ صفات ہیں جن کی انسان سب سے زیادہ قدر کرتا ہے۔"

یونس امریہ کون تھا؟ یہ شخص کون تھا جو اپنے آپ کو کبھی عاشق اور کبھی درویش کہتا تھا؟ کیا وہ انسانِ کامل تھا؟ وہ کس قسم کا آدمی تھا؟ اس نے اپنی زندگی کس طرح بسر کی؟ ——— یونس امریہ کی زندگی کے متعلق ہمیں بہت کم معلومات ہیں اور جو کچھ معلوم ہے اس کی حیثیت روائتی زیادہ اور تاریخی کم ہے۔ اس کی تخلیقات میں روائتی عنصر تقریباً نہیں کے برابر ہے۔ کچھ نظمیں ایسی ہیں جو (محقق کو) بھٹکا سکتی ہیں اور کچھ میں متضاد باتیں ہیں۔ یہ زیادہ تر صوفیانہ نظریات کی ترجمانی یا نفسیاتی تغیرات کی عکاسی کرتی ہیں۔

کوئی بھی محقق یونس امریہ کی صحیح تاریخ پیدائش متعین نہیں کر سکا۔ اس کی تاریخ وفات بھی تحقیق اور بحث کا موضوع بنی رہی ہے۔ قیاس ہے کہ اس نے سنہ ۱۳۱۰ء اور سنہ ۱۳۵۰ء کے درمیان کسی سال میں وفات پائی۔ سنہ ۱۳۲۰ء یا سنہ ۱۳۲۱ء کا سال زیادہ معتبر سمجھا جاتا ہے۔ قیاس ہے کہ یہ نغز گو شاعر تمام عمر یا ایک بڑی عمر تک اُمّی رہا۔ لیکن اُس کے اشعار ہیں جو تبحرّ علمی اور تلمیحات

کا جو تنوّع ہے وہ ایک اُمیّ شخص کے بس کی بات نہیں۔ اس موضوع پر کچھ عرصہ سے بحث چل رہی ہے۔ یونس امریہ کے کچھ اشعار ایسے ہیں جن میں اس نے اپنے اَن پڑھ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اظہارِ حقیقت ہو لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس نے عرفانِ حق سے پہلے کی بے علمی کی طرف اشارہ کیا ہو۔ پھر اُمّی ہونے کی تردید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس نے چاروں آسمانی صحیفوں کے مطالعہ کا دعویٰ کیا ہے۔ ہمارے خیال میں اِس موضوع پر بحث فضول ہے۔ سوانحی تحقیق کے لئے البتہ یہ دلچسپ موضوع ہو سکتا ہے کہ آیا وہ بے پڑھا لکھا آدمی تھا یا ایک متبحّر عالم۔ جہاں تک اس کی شاعری کا تعلق ہے اس کا کلام زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ وہ ایک بہت اچھا شاعر تھا۔

شبہ ہے کہ چند نظمیں جو یونس امریہ کی بتائی جاتی ہیں دراصل اس کی نہیں ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ بحث بھی فضول ہے۔ ایسی کئی نظموں کی بابت اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ وہ یونس امریہ کی نہیں ہیں تو یہ طے کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ کس دوسرے شاعر کی تخلیقات ہیں۔ اس کے علاوہ مشکوک کلام یونس امریہ کے مصدقہ کلام سے اسلوب اور خیال دونوں ہی اعتبار سے مطابقت رکھتا ہے۔ اس لئے جو بھی کلام یونس امریہ سے منسوب کیا جاتا ہے ہم اُسے یونس کا ہی مانتے ہیں خواہ اس کا یہ مطلب ہی کیوں نہ لیا جائے کہ یونس امریہ ایک فرد کا نام نہیں بلکہ شاعری کی ایک اجتماعی روایت کی علامت ہے تو یونس امریہ تیرھویں صدی کے اواخر اور چودھویں صدی کے

اوائل میں اناطولیہ کی ترک اسلامی اور اسلامی انسان دوستی کا شاعرانہ مظہر ہے
روائتی قصّوں میں یونس امریہ کو ایک غریب کسان کی حیثیت سے پیش
کیا جاتا ہے۔ ایک بار قحط پڑا تو یونس امریہ نے اسٹیپی میدان سے جنگلی ناشپاتیاں
چن کر نکل کھڑا ہوا تاکہ وہ ان کے بدلے غلّہ حاصل کر سکے۔ وہ یہ سودا کرنے
جا رہا تھا کہ اس کا گذر حاجی بکتاش (اناطولیہ میں سب سے زیادہ آزاد خیال
اسلامی فرقہ کے بانی) کے تکیہ (درگاہ) سے ہوا۔ حاجی بکتاش ایک بزرگ ہی
نہیں بلکہ شاعر بھی تھے۔ انہوں نے یونس امریہ سے کہا "کیا یہ قبول کرو گے کہ
مٹّھی بھر ناشپاتیوں کے بدلے میں تمہیں ایک بار دَم کر دوں۔ یونس امریہ نے
انکار کیا۔ حاجی بکتاش نے اپنی پیشکش میں اضافہ کیا اور کہا: "ہم مٹھی بھر ناشپاتیوں
کے بدلے دس بار دَم کرنے کو تیار ہیں"۔ یونس نے یہ پیشکش بھی قبول نہ کی۔ اس
پر حاجی بکتاش نے ناشپاتیوں کے عوض یونس کو غلّے کی ایک بوری دیدی۔ یونس
غلّہ لے کر خوش خوش اپنے گاؤں کی طرف چل پڑا۔ راستہ میں یونس نے غور کیا
تو اس پر اس واقعہ کی اخلاقی معنویت واضح ہو گئی۔ اس نے سوچا کہ حاجی بکتاش
بڑے بزرگ اور شریف النفس انسان ہیں۔ اگر وہ کم ظرف ہوتے تو میرے انکار
پر ناراض ہو جاتے اور مجھے اتنا زیادہ غلّہ بھی نہ دیتے۔ غلطی کا احساس ہونے
پر یونس، حاجی بکتاش کے پاس واپس گیا اور کہا "یہ غلّہ کی بوری واپس لے
لیجیے اور مجھ پہ دَم کر دیجئے"۔ حاجی بکتاش نے جواب دیا کہ اب میں مجبور ہوں
کیونکہ میں نے تمہارے قفل کی کنجی تاپتک امریہ کے حوالے کر دی ہے"۔ اِس
صوفیانہ اصطلاح کا مطلب یہ تھا کہ طریقت کی راہ میں تاپتک امریہ کو یونس

کا رہبر و مرشد مقرر کیا گیا تھا۔ تاپتک امریہ بھی اناطولیہ کے ایک بڑے صوفی بزرگ تھے۔ روایتی داستانوں کے مطابق وہ اناطولیہ میں ایک کبوتر کے بھیس میں آئے تھے۔ جب وہ آئے تو کٹر ملّا عقاب بن کران پر حملہ آور ہوئے اور اس امن کے پیغام بر کو زخمی کر دیا۔ ایک کسان عورت نے اس کبوتر کو عقابوں کے چنگل سے چھڑایا اور اس کا علاج اور تیمارداری کی۔ جب زخم مندمل ہو گئے تو یہ کبوتر اناطولیہ کی فضاؤں میں اِدھر سے اُدھر اڑنے لگا۔ کہا جاتا ہے کہ اب بھی تاپتک امریہ کی روح اناطولیہ میں اُڑتی رہتی ہے۔ اس علاماتی کہانی سے اُس روحانی رشتہ کا سراغ بھی ملتا ہے جو صوفیائے کرام اور اناطولیہ کے کسانوں کے درمیان پایا جاتا ہے۔

یونس ایک طویل مدت تک اپنے پیر و مرشد کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ اس راہ میں اس نے بڑی مصیبتوں کا سامنا کیا۔ آخرکار اُس نے تاپتک امریہ کو تلاش کر لیا اور ان کے حلقۂ مریدان میں شامل ہو گیا۔ اس نے چالیس سال تک سخت ریاضت کی اور راہبانہ زندگی گذاری۔ خدائے عزّ وجل سے روحانی قربت کے لئے شب و روز عبادت اور ریاضت میں بسر کئے ایک دن مریدوں کی مجلس میں تاپتک امریہ نے ایک شاعر سے فرمائش کی کہ وہ فی البدیہہ اشعار سنائے۔ شاعر نے کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اس کے بعد تاپتک امریہ نے یونس سے فرمائش کی اور کہا" حاجی بکتاش نے جو بات کہی تھی وہ آج حقیقت بن چکی ہے اور تمہارا قفل کھُل چکا ہے۔ اس واقعہ سے پہلے یونس امریہ نے کبھی شاعری نہیں کی تھی

لیکن اس میں شاعرانہ صلاحیت ضرور تھی جو صوفیانہ عبادت وریاضت کے دور میں خوابیدہ رہی تھی۔ یونس امریہ نے یکایک فی البدیہہ اشعار سنانے شروع کر دیئے۔ ساری مجلس جھوم جھوم اُٹھی۔ اس دن سے یونس امریہ ایک عظیم شاعر کی حیثیت سے مشہور ہو گیا اور یہ روحانی شخصیت جس کے اشعار فصاحت، تاثیر، ایجاز، اعجاز اور دل گدازی کا نمونہ ہیں۔ سارے ملک میں ایک عظیم روایت کی حیثیت اختیار کر گئی۔

ایک اور قصہ جس کی صحت میں شبہ ہے یہ مشہور ہے کہ ایک بار مولانا جلال الدین رومی اور یونس امریہ کے درمیان ملاقات ہوئی۔ عوامی شاعر یونس کا آمنا سامنا بزرگ اور فلسفی شاعر حضرت مولانا سے ہو گیا جن کی تعریف میں یونس امریہ نے لکھا ہے کہ "ان کی شاندار بصیرت ہمارے دلوں کا آئینہ ہے" مولانا اس مشہور مثنوی کے مصنف ہیں جس کے متعلق یہ تک کہا گیا ہے کہ یہ صوفیا کا قرآن ہے۔ یہ مثنوی ایک شاہکار ہے۔ اس کے چھبیس ہزار اشعار میں اس نظریہ کی تفسیر ہے کہ عشق سے صوفی کی روح اور پاک باطن انسان میں خدا کا ظہور ہوتا ہے۔ گو یونس امریہ مولانا کا قائل تھا لیکن اس ملاقات میں عوامی شاعر نے بزرگ فلسفی شاعر پر تنقید کی۔ اس نے کہا کہ مولانا کو اتنی بڑی کتاب لکھنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ انہوں نے اس میں جس خیال کی وضاحت کی ہے اُس نے (یونس امریہ نے) اسی خیال کو اپنے ایک شعر میں اس طرح ادا کیا ہے:

میں بنا پیکرِ گوشت و استخواں
پھر ہوا تشکل یونس میں جلوہ نما

کہاجاتاہے کہ حضرت مولانانے اس امر کا اعتراف کیا کہ اگر وہ ایجاز بیانی پر قادر ہوتے تو انہیں ضخیم کتاب لکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ ایک اور روایت کے مطابق مولانانے ایک بار یونس امریہ کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا تھا:

"میں جب بھی روحانیت کے بلندتر مقام پر
پہنچتا ہوں تو مجھے وہاں ترک صوفی (یونس
امریہ) کے نقوشِ قدم نظر آتے ہیں۔ سچ
تو یہ ہے کہ میں کبھی اُس سے آگے نہیں
نکل سکا۔"

ترکوں کی تاریخ شاہد ہے کہ ان کی علمی زندگی پر شاعری کا خاص اثر رہا ہے۔ اس لئے جلد ہی یونس امریہ کی شاعری ایک ایسی طاقت بن گئی جسے اُس کے مخالفین نظرانداز نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ کٹر مسلم علماء یونس امریہ کو اپنا دشمن سمجھنے لگے۔ ایک غیر مصدقہ قصّہ کے مطابق ایک بار اپنے زمانے کے کٹر عالم مُلّا قاسم نے فیصلہ کیا کہ یونس امریہ کا سارا کلام تلف کر دیا جائے وہ یونس امریہ کی تمام نظموں کے مسوّدے لے کر دریا کے کنارے بیٹھ گئے اس کی ہر نظم پڑھتے اور جس نظم کو کفر و شرک کے مترادف سمجھتے اس کا مسوّدہ چاک کر کے دریا بُرد کر دیتے۔ اس طرح دو تہائی کلام دریا بُرد کرنے کے بعد ان کی نظر یونس امریہ کی ایک غزل کے مندرجہ ذیل شعر پر پڑی جس میں شاعر نے اس واقعہ کی پیش گوئی کی تھی:

یونس درویش، کہ حرفِ غلط سے اجتناب

ملّا قاسم آئے گا اک دن برائے احتساب

یہ پیش گوئی پڑھ کر ملّا قاسم کو یونس امریہ کی عظمت کا احساس ہوا اور انہوں نے بقیہ مسودے دریا برد نہیں کئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس طرح یونس امریہ کا دو تہائی کلام تلف ہو گیا اور ہم تک صرف ایک تہائی کلام پہنچا ہے جو دریا برد ہونے سے بچ رہا تھا۔

یونس امریہ کی شاعری میں انسان اور فطرت کا وجدانی تصوّر نمایاں ہے اس کی انسان دوستی انسانی وجود کو سنوارتی ہے اور اسے رسمی عقائد کے بندھنوں سے آزاد کر کے اس کا خدا سے رشتہ محبّت کی بنیادوں پر استوار کرتی ہے۔ اس طرح یونس نے انسانی وجود کو توانائی اور عظمت بخشی ہے۔ اس کا نظریۂ عشق تخلیقی اور ہمہ گیر ہے:

اے خدا، دنیا میں تیرے عشق کی قسمیں ہزار

یونس امریہ کی شاعری انسانی جذبات سے بھرپور ہے۔ اس کے اشعار میں سارے جہاں کا درد ہے۔ وہ تمام انسانوں، خصوصاً محروم، نادار اور مصیبت زدہ انسانوں کے دکھ درد میں شریک ہے۔ وہ ترکی شاعری کی تاریخ میں پہلا اور سب سے زیادہ کامیاب شاعر ہے جس نے اپنی تخلیقات میں اخلاقیات کو جمالیات کے زیور سے آراستہ کیا۔

یونس کا مجموعۂ کلام انسانی مساوات کا ایک مقدس صحیفہ معلوم ہوتا ہے مندرجہ ذیل شعر میں مساوات کا نظریہ کتنے دل نشین استعارے کی مدد سے پیش کیا

ہے:

بیک وقت ایک ہی چشمے کا پانی
نہیں ممکن کہ ہو تلخ اور شیریں

کہیں کہیں حکمیہ انداز میں مساوات کا درس دیا ہے:

پست و ارفع کو برابر سمجھو
کسی انساں کو نہ کمتر سمجھو

اس زمانہ میں جبکہ جنگ و جدل، فتنہ و فساد، انتشار و افتراق اور تباہی و بربادی کا دور دورہ تھا۔ یونس امریہ نے ہمہ گیر انسانی محبت کا پیغام دیا اور ایک ایسی عالم گیر اخوّت کا تصوّر پیش کیا جو تمام گروہ بندیوں اور فرقوں سے ماورا ہے:

جو ہے تجھ کو عشق خدا و خدائی
تو دنیا کے سب لوگ ہیں تیرے بھائی

گویہ شعر اس قرآنی آیت کی صدائے بازگشت ہے کہ "انما المومنون اخوۃ"[۱] اہل ایمان بھائی بھائی ہیں پھر بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یونس امریہ ریاکار عقیدہ پرستوں کا ہدفِ ملامت بننے سے نہیں بچ سکا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:

یہ ہے میرا جرم کہ میں نے کہا
ساری قومیں ہیں پرستارِ خدا

یونس امریہ کے تصوّف کا اس نظریہ سے قریبی تعلق ہے کہ تمام انسانوں کی آفرینش کا سبب خدا کی محبت ہے اس لئے وہ بلا کسی تفریق کے امن و مساوات

---

(۱) سورۃ الحجرات: آیت ۱۰ (مدیر)

کے مستحق ہیں:

خستم ہوں آپ کے جھگڑے بھائی سے بھائی ملے
آرزو ہے زندگی کی ہم کو سچائی ملے

یونس امریہ کی آفاقی اخوّت زمانۂ قدیم کے روایاتی فلاسفہ کے "نظریۂ شہریت عالم" سے مختلف نہیں ہے۔ اسکی وسعتِ نظر کا تعلق مولانا جلال الدین رومی کی اس نظم سے ہے جسمیں انہوں نے تمام مذاہب اور عقائد کے لوگوں سے اتحاد کی اپیل کی ہے

آؤ، تم جو کچھ بھی ہو، جیسے بھی ہو
آؤ!
ملحدو! آتش پرستو! کافرو
آؤ!
توبہ لاکھ بار کر کے تم نے توڑی ہے ـــــ مگر
آؤ!
در پہ اپنے یاس و حرماں کا نہیں ہوتا گذر
آؤ!

یونس امریہ نے بھی مذہبی تعصّب کی مذمّت اور انسانی اتّحاد کی حمایت کی ہے:

ہمیں یقیں ہے کسی کا مذہب ہمارے دیں کا نہیں ہے دشمن
جو ایک ہو جائیں دین و مذہب تو عشق صادق کا دور آئے

نوٹ: فاضل مصنف سے یہاں سہو ہو گیا ہے ان کی مُراد حضرت ابوسعید ابوالخیر کی مندرجہ ذیل رباعی سے ہے:

باز آ، باز آ، ہر آنچہ ہستی باز آ
گر گبر و ترسا و بُت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی، باز آ

انسان دوستی کے نظریہ کا نصب العین یہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان میں مکمل یگانگت ہو۔ یونس امریہ کے ایمان کی بنیاد بھی وہ بین الاقوامی تفہیم ہے جو نسلی، سیاسی اور گروہی خانوں میں نوع انسان کی تقسیم سے ماوراٴ ہے:

وہ زاہد ہے، وہ عاقل ہے، وہ عالم ہے وہ فاضل ہے
نگاہ پارسا میں نیک سیرت، پیر کامل ہے
مگر اہلِ بصیرت کے لئے ہے باغی و جاہل
اگر وہ اتحاد نوع انساں کا نہیں قائل

محبت اقوامِ عالم میں یگانگت پیدا کر کے اختلافات و امتیازات اِس حد تک ختم کر دیتی ہے کہ یونس امریہ پکار اٹھتا ہے:

مجھے کسی سے عناد کیوں ہو
کہ اجنبی آشنا ہیں میرے

صوفیاء کا یہ اخلاقی نقطۂ نظر اس حدیث پر مبنی ہے کہ
لَاتَبَاغَضُوا وَلَاتَحَاسَدُوا وَلَاتَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا(۱)

"ایک دوسرے سے عناد نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو نہ قطع تعلق کرو۔ خدا کے بندو! ایک دوسرے کے بھائی بن جاؤ۔"

---

(۱) حضرت انس بن مالک سے یہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دوسرے صحاح میں مروی ہے۔ (مدیر)

راس آئی ہے مجھ کو فقیری
نفرت میری تنہا بیری
بغض کسی سے مجھ کو نہیں ہے
جاؤں جہاں بھی میری زمیں ہے

نوعِ انسان سے یونس امریہ کا تعلق خاطر تربنتیس کے اس اصول کی روایت کو آگے بڑھاتا ہے کہ "میں انسان ہوں اور جو کچھ بھی انسانی ہے وہ میرے لئے غیر نہیں ہے۔"

یونس امریہ اخلاقی نصب العین معاشرے کی خدمت ہے۔ اس کے نزدیک فرد کا اعلیٰ ترین مفاد اجتماعی بہبود میں مضمر ہے۔ وہ محروم لوگوں سے اچھے سلوک کی تبلیغ کرتا ہے:

قابلِ نفرت خطا ہے بے خبر
عاجزوں پر یہ حقارت کی نظر

اس نے امدادِ باہمی اور خیرات و زکوٰۃ کی تلقین کی ہے:

مشقت کرو، اپنی روزی کماؤ
جو کھاؤ تو اوروں کو بھی کچھ کھلاؤ
بنو نیک سیرت، کرو کام اچھے
غریبوں کو دو اپنی روزی سے حصّے

یونس امریہ خیرات و زکوٰۃ اور کارِ خیر کی محض تلقین سے مطمئن نہیں تھا وہ نہ تو پیغمبر تھا نہ کشف و کرامات کا دعویدار اور نہ مذہبی مبلغ یا تارک الدنیا

راہب، گو اس کی مذہبی سوچ پر داخلی اور مابعد الطبیعیاتی نظریات غالب ہیں اور اس کی شاعری میں کبھی کبھی خیر و شر کے ٹکراؤ کی جھنکار سنائی دیتی ہے تاہم وہ درحقیقت عوامی آدمی ہے اور اس کی شاعری عوام کے لئے ہے۔ وہ سماجی انصاف کا وکیل ہے۔ اس نے انسان دوستی کی اُس روایت کو آگے بڑھایا جو ابتدا ہی سے سیاسی نظام و اقتدار پر تنقید و احتساب کے اخلاقی حق کا مطالبہ کرتی رہی ہے۔ نشاۃ ثانیہ کا ادبی نظریۂ انسان دوستی خواص کے پڑھے لکھے طبقہ تک محدود تھا۔ اِس کے برعکس یونس امریہ کے نظریۂ انسان دوستی کی جڑیں عوام میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اس نے بڑی جرأت کے ساتھ خواص کے اُن طبقوں کے خلاف آواز بلند کی جو غریب عوام کا استحصال کر رہے تھے۔ عوام پر ظلم کرنے والے اِس گروہ میں سیاسی اربابِ اقتدار، جاگیردار، سرمایہ دار، سرکاری افسر اور مذہبی پیشوا سبھی شامل تھے:

سخاو رحم سے ہے صاحبِ ثروت کو عار
اکڑ کر جا رہا ہے اپنے گھوڑے پر سوار
یہ آدم خور ہے، کھاتا ہے ناداروں کا گوشت
یہ وحشی گرگ ہے، پیتا ہے مفلس کا لہو

اس نے مندرجہ ذیل اشعار میں اربابِ اقتدار کی سنگدلی پر ایک کاری ضرب لگائی ہے:

آقا نشہ میں دولت و طاقت کے مست ہیں
اِن کو خبر نہیں ہے اگر لوگ پست ہیں

یہ سب غرض کے بندے بڑے خود پرست ہیں
محروم رحم و جود و سخا اِن کے دل ہوئے

یونس امریہ نے اُن ریاکاروں کا پول بھی کھولا ہے جو ناجائز کمائی کو چھپانے کے لئے اپنی پارسائی کا ڈھول پیٹتے رہتے ہیں:

ریاکاروں کا دعویٰ ہے کہ ہم ہیں پارسا اتنے
نہیں کچھ بھی کمایا ہم نے ناجائز طریقوں سے
مگر جتنا چلے داؤں یہ اتنا لوٹ لیتے ہیں
جہاں کچھ بس نہیں چلتا وہاں یہ نیک بندے ہیں

ایک کے بعد دوسری نظم میں یونس امریہ نے رسمی مذہب پرستی اور کٹّر ملائیت کا مضحکہ اُڑایا ہے:

آج واعظ رحمتِ عالم کے منبر پہ کھڑا
لعنت و آفت کے شعلے خلق پر برسائے ہے

یونس امریہ کی نظموں میں جا بجا محروم و مظلوم طبقوں سے تعلقِ خاطر اور ہمدردی کے جذبات نمایاں ہیں۔ شاید اسی لئے بیسویں صدی میں ترکیہ کے مارکسی شاعر ناظم حکمت (۱۹۰۲ء تا ۱۹۶۳ء) نے یونس امریہ کے سماجی شعور کو زیادہ اہمیت دی ہے اور اس کی شاعری کے اس رُخ سے انکار کیا ہے جس کا تعلق دوسری دنیا یا عاقبت سے ہے:

یونس پہ میری رائے ہے اوروں سے مختلف
وہ اس زمیں کا شاعرِ عالی مقام تھا

اس کو نہیں تھا عالمِ بالا سے واسطہ
دہقان ترکیہ کے سناتا رہا وہ گیت
آواز تھا کسان کی، محنت کشوں کا میت

گو یونس امریہ کو کامل اعتقاد تھا کہ انسان فطری طور پر نیک واقع ہوا ہے تاہم کہیں کہیں اُس نے اپنے زمانے کے لوگوں کے پست اخلاق کی شکایت کی ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے۔ "سیاہ کاروں کی بڑی عزت ہے — نو آموز بڑی شدّت سے اپنے استادوں کی مخالفت کرتے ہیں — ماں اور بیٹے کے درمیان شدید چپقلش ہے —"

اس نے اُن مذہبی علما اور واعظوں کی سب سے زیادہ مذمّت کی ہے جو لوگوں پر لعن طعن کرتے ہیں اور جنہوں نے بنیادی مذہبی عقائد کو ایک مذاق بنا رکھا ہے۔ اس نے استقلال اور جوش و خروش کے ساتھ انسان دوستی کی اخلاقیات کے بنیادی اصول پیش کئے ہیں اور ایک ایسی اخلاقی زندگی بسر کرنے کا درس دیا ہے جو محبت اور خدا کے جمالیاتی تصوّر پر مبنی ہو۔ اس کے نزدیک مذہبی ظاہرداری اور آرائشی رسوم کا کوئی فائدہ نہیں:

ایمان سَر میں ہوتا ہے دستار میں نہیں

کعبہ میں دل کے ہو اگر اک بار باریاب
بہتر ہزار حج سے ہو یہ حجِ باثواب

وہ عاشقوں کے حلقۂ ابرار میں نہیں
جو ذاتِ حق کو چھوڑ کے جنّت طلب کرے
جنّت ہوس کا دام ہے احمق کے واسطے

ازمنۂ وسطیٰ کے متعصّب عیسائیوں کی طرح اسلام کے کٹّر پیر بھی یہ تبلیغ کرتے تھے کہ خدا و مذہب کے رسوم و ظواہر کی سختی سے پابندی کی جائے اور اس راہ میں شرفِ انسانی کی کوئی پرواہ نہ کی جائے۔ یونس امریلا اور دیگر صوفیا نے اِن نظریات سے اختلاف کیا۔ اِن نظریات کا ایک لازمی نتیجہ یہ بھی تھا کہ اوامر کی تعمیل اور نواہی سے باز رکھنے کے لئے حیات بعدالموت جنّت و دوزخ اور سزا و جزا کے تصوّرات سے کام لیا جاتا تھا۔ اس طرح خدا کو ایک ایسی ہستی کے روپ میں پیش کیا جاتا تھا جس سے ڈرنا چاہیئے۔ لیکن صوفی نے خدا کو سزا دینے والے قاہر کی حیثیت سے نہیں بلکہ رحیم و کریم کے روپ میں دیکھا اور اس کی ذات کے لئے محبّت محسوس کی۔ اُس نے خدا سے عشق کیا اور عشق کے ذریعہ خیر کے اس مقام تک پہنچنا چاہا جہاں انسان صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ یونس امریلا کی نظموں میں یہ نظریہ جاری و ساری ہے کہ ایمان صالح کے لئے عشق کو فوقیت حاصل ہے:

خدا کے واسطے کوئی بتلائے تو مجھے اتنا
بغیر عشق دیں کیا شے ہے؛ ایمان کیا
مرا دل ایسا کعبہ ہے جہاں اللہ رہتا ہے
خدا کے سچّے عاشق کو نہیں فردوس کی پروا
اُسے جنّت سے زیادہ قربت حق کی تمنّا ہے

یونس کی شاعری میں طنز کے تیر اُن کٹر مذہبی رسم پرستوں کے لئے وقف ہیں جو اسلام کو ایک "تنگ نظر، سطحی اور رسمی مذہب کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ وہ کٹر رسم پرست ملاؤں کے غیر معقول ردّیہ اور کج بحثی کو اس نظم میں مرکزِ توجہ بناتا ہے:

سُن رہا ہوں پل صراط
بال سے باریک ہے اور تیز ہے تلوار سے
تم سمجھتے ہو کہ میں بھی چاہتا ہوں
پل سے گذروں
اور جنّت میں بناؤں اپنا گھر
اور ہی کچھ ہے مگر میرا خیال
دیکھتے ہو پل کے نیچے نارِ دوزخ شعلہ خیز ؟
میرا جی یہ چاہتا ہے
آگ کے سائے میں جا کر لیٹ جاؤں
تا کہ کچھ دیر اس کی گرمی سے ملے آرام جاں
چونکہ میں نے "آگ کا سایہ" کہا
شیخ جی، مجھ سے ہوئے ہو تم خفا
لیکن اتنا تو بتاؤ شیخ جی
نارِ دوزخ کی ذرا سی آنچ کیا اللہ کی رحمت نہیں ؟

یونس امریہ نے ایسے ریاکار زاہدوں کی خبر بھی لی ہے جو اپنی پارسائی

پر ناز اور اپنے زہد کی نمائش کرتے رہتے ہیں۔ مندرجہ ذیل اشعار میں اس نے ایک ایسے ہی ریاکار زاہد کی زبان میں اس کے کردار پر روشنی ڈالی ہے:

جب سامنے لوگوں کے آیا، تسبیح پہ حق کا ورد کیا
پھر دین خدا کا ذکر کیا گو دل میں نہیں ایمان ذرا
جس شخص نے دیکھا وہ میرے ظاہر سے بہت مرعوب ہوا
معصوم سمجھ کر مجھ کو جھکا، ہاتھوں کو عقیدت سے چوما
گفتار کو میری حق جانا، دستار و عبا کو دیں سمجھا

یونس امرہ کا دعویٰ ہے کہ ایمان صادق اس کا ہے جسے "نہ جنت کی توقع ہو نہ دوزخ کا خوف" جنت و دوزخ کے معاملے میں تو وہ خدا کے حضور میں بھی گستاخی کا مرتکب ہو گیا ہے:

میزاں میں تولتا ہے یہ اعمال کس لئے
کیا اس لئے کہ مجھ کو جہنم میں ڈال دے
اللہ، تو بصیر ہے، اللہ تو علیم
اللہ تجھ کو علم ہے اعمال کا مرے
میزاں میں تولتا ہے یہ اعمال کس لئے

وہ بار بار کٹر مذہبی رسم پرستوں کو یاد دلاتا ہے کہ خدا تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ عشق ہے اور قواعد و رسوم کی پابندی میں سختی سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا:

ظاہر پرست مُلّا یونس کی بات سُن لے
دل تک سفر ہے بہتر تیرے ہزار حج سے

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مذہب رائج کیا اس میں کسی ایسے طبقہ کی گنجائش نہیں تھی جو پادری یا برہمن قسم کا ہو۔ لیکن چند نسلیں گذرنے کے بعد اسلام میں بھی ایک مذہبی انتظامیہ وجود میں آگئی۔ صوفیائے کرام اِس بات کے خلاف ہیں کہ فرد کا ایمان کسی انتظامیہ کے تابع ہو:

دل ہے جماعت مرا، عشق ہے اس کا امام
قبلہ مرا روئے دوست، سجدہ مرا دائمی

صوفیاء کے خیال میں جو لوگ قواعد و رسوم کی پابندی پر زیادہ زور دیتے ہیں وہ بلند تر حقیقت اور ایمانی جذبہ سے محروم رہتے ہیں:

اللہ کی حقیقت اک بحر بیکراں ہے
اسمیں سفینہ دیں کب سے رواں دواں ہے
غوّاص بحر کم ہیں، کشتی سوار زیادہ
جو غوطہ زن ہوا ہے اس نے خدا کو پایا

یونس امریہ خبردار کرتا ہے کہ صرف عبادت ہی کافی نہیں۔ اگر تم نے کسی اچھے آدمی کا استحصال کیا ہے۔ اس کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے ہو یا اُسے دُکھ پہنچایا ہے تو یہ نمازیں اور روزے تمہارے گناہوں کے داغ نہیں دھو سکیں گے:

اگر دل دکھایا ہے تو نے کسی کا
تو بے کار ہیں تیرے صوم و صلوٰۃ

یونس امریہ کو انسان کی قدر و عظمت میں یقین ہے۔ اسی بنیاد پر وہ یہ

اخلاقی انتباہ کرتا ہے کہ:

ناکارہ کسی کو بھی نہ سمجھو
ناکارہ یہاں کوئی نہیں ہے
لوگوں میں برائی کو نہ ڈھونڈو
دیکھو تو بھلائی بھی یہیں ہے

وہ محسوس کرتا ہے کہ نسل، قوم اور مذہب کی تفریق کے بغیر سب کے ساتھ بھلائی کرنا انسانی فرض ہے:

تحقیر سے دیکھے نہ وہ دل کو توڑے
محبوب ہیں صوفی کو بہتر فرقے

یونس امریہ بے رحم استحصال کرنے والوں کو یاد دلاتا ہے کہ ان کا اقتدار عارضی ہے اور جب جان جیسی عزیز شے اُن سے چھین لی جائے گی تو دنیاوی مال و متاع بھی اُن کے پاس نہیں رہے گا:

آہنی ہاتھوں کی یہ گرفت اِک دن ڈھیلی پڑ جائیگی
اور یہ تیری چلتی زباں بھی آخر کو سڑ جائے گی
اور یہ تیری پیاری دولت حصّوں میں بٹ جائے گی

یونس سمجھتا ہے کہ موت امیر و غریب، طاقتور و کمزور سب کو برابر کر دیتی ہے قبرستان دیکھ کر وہ یہ درس عبرت دیتا ہے:

یہ وہ لوگ ہیں جو کبھی تھے امیر
اور اب دیکھ کس حال میں ہیں اسیر
بجز اک کفن کچھ بھی پایا نہیں

یہ ماضی میں سردار و خاقان تھے
کھڑے اِن کے در پر بھی دربان تھے
اور اب فرقِ آقا و بندہ نہیں

درویش دنیاوی جاہ وحشم اور مال و متاع سے پرہیز کرتا ہے اسے معلوم ہے کہ حقیقی شان و شوکت عشق سے حاصل ہوتی ہے:

عاشقوں کو سناؤ یہ مژدہ
رتبۂ عشق ہے بہت اعلیٰ

یونس امریہ کا عقیدہ ہے کہ عشق الٰہی کی بدولت معمولی انسان بھی قوت و اختیار حاصل کر سکتا ہے:

یونس نے آج خود کو سپردِ خدا کیا!
یونس پہ اُس نے لطف سے دَر اپنا وا کیا
یہ عالمِ نجات ہے کیفیتِ ابد
بندے کو حق نے رتبۂ سلطاں عطا کیا

یونس کی انسان دوستی کا مرکزی نقطہ ذاتِ الٰہی ہے اسکی اس انسان دوستی' مذہبیت اور روحانیت کی روئے عشق غیر فانی ہے۔ یہ خدا کی صفت ہے اس لئے اس میں وہ تسلسل ہے جو قیدِ زماں سے آزاد ہے۔ وہ اپنے اشعار میں اس ابدیت کی طرف اشارہ کرتا ہے جو صوفی کا پُرمسرت مقدر ہے:

میں پیدا ہوا لے کے عشقِ مقدس
کہ اس دارِ فانی میں آنے سے پہلے
مری روح تھی عاشقِ ربِّ اقدس

عشق سے صوفی غیر فانی ہو جاتا ہے۔ عاشقانِ خدا کو موت نہیں آتی۔ یہ خیال یونس امریہ نے کتنے یقین اور حسن کے ساتھ اس شعر میں ادا کیا ہے:

مرگ حیوان کا مقدر ہے
مرگ مقسومِ عاشقاں تو نہیں

یونس کے تصورِ زندگی میں یہ بات شامل ہے کہ "عشق فاتحِ کل" ہے اور عشق تمام زندگی میں جاری و ساری ہے:

جدھر دیکھتا ہوں خدا ہی خدا ہے

عشق صوفی کو خدائی اختیارات کا حامل بناتا ہے:

زمیں و آسماں میرے ہیں اور عرش بریں میرا

جب عشق انسان کو صفاتِ الٰہی کا حامل بنا دیتا ہے تو صوفی حیاتِ ابدی کا دعویٰ کرتا ہے:

میں اوّل ہوں، میں آخر ہوں

یونس امریہ کے اشعار میں کہیں کہیں اسلام کے عظیم ترین صوفی منصور الحلّاج کی آواز سنائی دیتی ہے۔ جنہیں انا الحق کا نعرہ لگانے کے جرم میں دار پر چڑھایا گیا تھا۔ منصور کی طرح یونس امریہ بھی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسے تقدیسِ الٰہی حاصل ہو گئی ہے:

ازل سے تھا منصور حلّاج میں
کہ بیشک ہوں رب قدیر آج میں

یہ خدا کی ذات میں محض روحانی شرکت کا احساس نہیں بلکہ ذاتِ الٰہی

میں مکمل طور پر جذب ہونے اور اللہ کی تخلیقی قدرت کے حصول کا یقین ہے:

بچھایا ہے میں نے ہی یہ فرش خاکی
پھر اس پر کیے کوہ استادہ میں نے
بنائے ہیں میں نے سقوف فلک بھی
مرے دستِ قدرت میں ہر چیز ہے

باطنی وصل جو انسانی روح کی آخری معراج ہے اس داخلی اور خارجی عشقِ مطلق کا حاصل ہے جو "انا" سے مکمل طور پر ماورا ہے اور جس کا اظہار یونس امرہ نے ان یادگار مصرعوں میں کیا ہے:

روح کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں میں تجھے
عشق میرا روح کی حد سے بھی گذرا ہے پرے
میرے اندر ایک "میں" ہے میرے "میں" سے بھی قریب
اور یہ "میں" تو ہے اے محبوب، اے میرے حبیب

یونس امرہ نے ان لوگوں کی قابلِ رحم حالت بھی بیان کی ہے جو انسانی محبت اور عشقِ الٰہی سے محروم ہیں:

گو بجے گی یہ آواز ترے کانوں میں، محرومِ محبت
اس دل کی زمیں شور ہے جس دل میں نہیں قطرۂ الفت

عشق ہی نے صوفی کو حیاتِ ابدی کا تحفہ دیا ہے:

مجھے تجھ سے محبت ہے، مجھے موت آ نہیں سکتی

شیکسپیئر نے "عشق افگن موت" کا ذکر کیا تھا، یونس امرہ کو "موت افگن

عشق" پر یقین ہے۔ اس کے نزدیک محبت انسان کی الوہیت کا مظہر ہے۔
سات صدی قبل یونس امرہ ترکی انسان دوستی کی علمی اور جمالیاتی روایت کے نقطۂ عروج تک پہنچ گیا تھا۔ اس کی شاعری انسانیت اور آفاقیت کا فصیح و بلیغ نمونہ ہے۔ اس نے امن اور اخوت انسانی کا شاعرانہ پیغام دیا یہ پیغام جنگ و جدل کی پُر آشوب دنیا میں آج بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے:

آؤ، باہم کریں دائمی دوستی
آؤ، عاشق بنیں اور معشوق بھی
کیسی رنجش، کسی کی نہیں یہ زمیں

منظومات

(۱)

ذرّے ذرّے میں حق ہے سمایا ہوا
پھر بھی اس کی حقیقت نظر میں نہیں
اُس کو دل کے ہی گوشوں میں ڈھونڈیں ذرا
وہ نہیں ہے جدا، وہ ہے دل کا مکیں

وہ جہانِ ابد ہے نظر سے پرے
دارِ فانی میں اچھا چلن چاہیئے
بجز کی زندگی چند ہی روز ہے
یاں سے جا کر کبھی کوئی آتا نہیں

آؤ ، باھم کریں دائمی دوستی
تاکہ آسان ہو جائے یہ زندگی
آؤ ، عاشق بنیں اور معشوق بھی
کیسی رنجش ، کسی کی نہیں یہ زمیں

صاف کہتا ہے وہ ، سُن لو یونس کی بات
دل میں رکھو اِسے ، یہ ہے شرطِ نجات
دارِ فانی میں اچھی گذارو حیات
یاں ہمیشہ کسی کو بھی رہنا نہیں

۲

زاہد نے کیا حسنِ حقیقت سے کنارا
صوفی کو نہیں زندگیِ مکر گوارا

کم دین کی کشتی میں ہیں غواصِ حقیقت
ایسے تو بہت ہیں جو کریں صرف نظارا

روکا جسے مُلّا نے سرِ بابِ حقیقت
صوفی نے اُسے بابِ حقیقت سے گذارا

گمراہ و منافق ہیں صحیفوں کے مُفسّر
کب ورطۂ الفاظ میں ملتا ہے کنارا؟

۳

میں اوّل ، میں آخر
میں روحوں کی روح ازازل تا ابد ہوں
میں اُن کے لئے دستِ مشکل کشا ، رہنما ہوں
جو بہکے ہوئے ہیں ، جو بھٹکے ہوئے ہیں

بچھایا ہے میں نے ہی یہ فرشِ خاکی
پھر اس پر کئے کوہ اِستادہ میں نے
بنائے ہیں میں نے سقوفِ فلک بھی
مرے دستِ قدرت میں ہر چیز ہے

ہزاروں ہی عشّاق کے واسطے
یقین اور ایمان کا رہبر ہوں میں
کبھی دل میں لوگوں کے ایمانِ فاسد
کبھی دینِ حق، نورِ اسلام ہوں

میں ہوں عشقِ امن و اخوّت کا ناشر
کئے ہیں رقم میں نے صفحے کے صفحے
لکھے میں نے چاروں مقدّس صحیفے
جو عابد ہیں میں اُن کا قرآن ہوں

یہ یونس کی گفتار ھرگز نہیں
حقیقت ہے خود گفتگوئے حقیقت
گماں جو کرے سخت کافر ہے وہ
"میں اوّل، میں آخر" یہ کہتا ہوں میں

---

(۴)

معلوم تھا جس کو رازِ حیات اس کو نہ ہوا دکھ درد ذرا
وہ دل نہ ہوا بے کار فنا، جس دل نے کیا عرفانِ خدا
فانی ہے یہ تن پر مَن ہے اَمر، تن جا کے کبھی واپس نہ ہوا
جب قتل ہوا تو تن ہی ہوا، کب من کو کسی نے قتل کیا
من لاکھوں ہی راہیں ڈھونڈے ہے جینے کی حقیقت پانیکو
جب تک نہ خدا کی مرضی ہو ممکن ہی نہیں ہے کچھ پانا
محتاط رہو، محتاط رہو، محبوب کے دل کو مت توڑو
جوڑے سے نہیں پھر جڑتا ہے، یہ شیشۂ دل جب ٹوٹ گیا
حق نے تو محمدؐ کی خاطر پیدا کیا ساری دنیا کو
جو آئے ہیں اُن کو جانا ہے، باقی نہیں کچھ بھی رہ سکتا

۵

ترے عشق میں خود سے بے گانہ ہوں میں
تری جستجو ہے، تری آرزو ہے
شب و روز جلتا ہوں، پروانہ ہوں میں
تری جستجو ہے، تری آرزو ہے

مسرّت سے خالی ہے اب میرا جینا
اگر موت آئے تو کچھ غم نہ ہوگا
ترا عشق ہی اِک سہارا ہے میرا
تری جستجو ہے، تری آرزو ہے

ترا عشق ظالم ہے، قاتل ہے پھر بھی
تمنّا ہے عشّاق کو صرف تیری
دکھاتا ہے عشق ان کو عکسِ الٰہی
تری جستجو ہے، تری آرزو ہے

اگر وہ مجھے مار ڈالیں، جلائیں
مجھے خاک کر کے فضا میں اُڑائیں
تو دے گی مری خاک بھی یہ صدائیں
تری جستجو ہے، تری آرزو ہے

مئے عشق پیتا ہوں میں جرعہ جرعہ
کبھی مثلِ مجنوں ہوں میں دشت پیما
ترے غم سے خالی نہیں کوئی لمحہ
تری جستجو ہے، تری آرزو ہے

مرا نام یونس، میں عاشق، میں صوفی
مری آتشِ شوق بڑھتی رہے گی
دو عالم میں گونجے گی آواز میری
تری جستجو ہے، تری آرزو ہے

---

(۶)

وہ عالم ہے جو سمجھے علم کے معنی
کہ معنی علم کے ہیں معرفت اپنی
اگر لاعلم ہے تُو آپ اپنے سے
تو ایسے علم کا حاصل نہیں کوئی

ترے عِلمِ کتابی کا ہے مقصد کیا
یہی کہ قادرِ مطلق کو پہچانے
اگر پھر بھی خدا کو تو، نہیں سمجھا
تو ساری کوششیں ہیں رائیگاں تیری

نہ ہو مغرور اپنے علم پر ناداں
نہ ہو مغرور تو، زہد و عبادت پر
اگر انسان کو عکسِ حق نہیں سمجھا
تو ہے بیکار تیری علمیّت ساری

الف کو تو الف سمجھا، مگر اِس میں
معانی ہیں نہاں چاروں صحیفوں کے
بتا اِس حرف کے معنی مجھے خواجہ[۱]
الف کا حرف ہے تیری زباں پر بھی

سُن اے خواجہ حدیثِ یونس امریہ
ضروری ہو تو حج پر جا، مبارک ہو
مگر تیرے ہزاروں حج سے بہتر ہے
زیارت، اِک زیارت کعبۂ دل کی

---

۱ ترکی زبان میں "خواجہ" کا لفظ معلم، صاحب اور واعظ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

۷

اگر میرا محبوب واپس نہ آئے
مجھے لوٹ جانے دو پھر اس کی آغوش میں
اگر درد و آزار ہی شرطِ دیدار ہیں
مجھے درد و آزار منظور ہیں

مقدّر میں اک مشتِ خاک اپنے لکھی تھی لیکن
محبّت نے وہ خاک بھی چھین لی
مرے پاس اب کچھ نہیں، کچھ نہیں
نہ سرمایہ باقی، نہ کوئی دوکاں ہے
مرے قصدِ بازار کا فائدہ؟

بہت صاف و آراستہ ہے دوکاں میرے محبوب کی
مسّرت سے وہ گشت فرما ہے اپنی دوکاں میں
مگر دردِ دل سے میں بے تاب ہوں
گناہوں کا میرے نہیں ہے حساب

یہ لازم ہے اب اپنے محبوب سے
کروں عجز کے ساتھ رحمت کی میں التجا

مرا دل یہ کہتا ہے" وہ تو مرا دوست ہے"
مری چشم کہتی ہے" وہ تو مرا دوست ہے"
کہا دل نے یہ چشم سے" صبر کر"
نوید آنے والی ہے دیدار کی

خدا سے جو بندے لگائے ہیں لَو
وہ بندے ہیں گویا شریک حیات الٰہی
وہ بندے ہیں اجزائے ذاتِ الٰہی
خدا نے جسے شرفِ دیدار بخشا
بھلا کیوں کرے گا وہ توہینِ ذاتِ الٰہی

(۸)

فرشتہ موت کا آبادیوں میں دندناتا ہے
کسی کو بھی نہیں معلوم کِس کا وقت آیا ہے
کہیں کلیوں کو توڑا ہے، کہیں پھولوں کو مسلا ہے
تباہی باغ ہستی میں جہاں چاہے مچاتا ہے

کچل ڈالا، جھکا دی پہلوانوں کی کمر اُس نے
کبھی دل بھر کے لوٹے بستیوں میں گھر کے گھر اُس نے
کبھی اِتنا رلایا شق کیے قلب و جگر اُس نے
رگِ جاں کاٹ کر وہ قطرہ قطرہ خون بہاتا ہے

بڑھاپے میں ہوا لاغر جو طاقتور بہادر تھا
یکایک موت کے دھکے سے کھڈ میں قبر کے پہنچا
نہ دی یک فرصتِ لمحہ، اجل نے بے خبر پکڑا
فرشتہ موت کا اس بے خبر پر مسکراتا ہے

۹

گھوما ہوں قریہ قریہ، دیکھی ہے میں نے دنیا
زیرِ زمین اکثر قوموں کو دفن پایا
قبروں میں سو رہے تھے، ادنیٰ ہوں خواہ اعلیٰ
اِن میں تھے وہ بھی شامل ڈرتی تھی جن سے دنیا

کچھ نوجوان بہادر، کچھ تھے ضعیف بوڑھے
خواجہ تھے انہیں شامل، اِن میں وزیر بھی تھے
انسان ہر طرح کے تاریکیوں میں جکڑے
دائم پڑے ہوئے تھے بن کر اجل کے بندے

کچھ وہ تھے جو ہمیشہ چلتے تھے سیدھا رستہ
کچھ وہ جو ہو گئے تھے لکھنے کے فن میں یکتا
کچھ وہ جو مثلِ بلبل گاتے تھے شعر و نغمہ
دانشور و بہادر —— سب کو زمیں نے کھایا

وہ راہبر مجاہد جب اپنی جاں سے گذرے
سب نے بہائے آنسو، سب ان کے غم میں روئے
ہر قبر پر پڑے تھے ٹوٹی کمان کے ٹکڑے
تیروں کی طرح شاید یہ سورما گرے تھے

آتے تھے رخش اِن کے ابر غبار اُٹھاتے
اِن کی جلو میں بجتے نقارے اور طاسے
نازاں یہ بحر و بر تھے ان کی بہادری سے
افسوس، یہ بہادر قصرِ اجل میں سوئے

(۱۰)

عشق ہے یا رو مہرِ منوّر
عشق سے خالی دل ہے پتھر
لاکھ زباں ہو نرم و شیریں
پتھر دل ہوتا ہے بنجر
باتوں کے زہریلے بادل
برسے جنگ کی صورت اکثر
عشق کی آگ سے دِل میں پیدا
سوز و گداز شمع منوّر
سنگدلی ہے موسمِ سرما
تیرہ وُ سخت و سرد اثر

(۱۱)

اے خدا، تو اگر میرے اعمال کا مجھ سے لے گا حساب
بے خطر حشر کے دن تجھے میں بھی دوں گا یہ سیدھا جواب
میں کہونگا گناہوں سے زخمی ہوئی میری اپنی ہی ذات
یہ بتا، کیا کیا میں نے تیرے خلاف اے شہِ شش جہات؟
یہ بتا، کیا میں خود اپنی تخلیق ہوں، یا ترا شاہکار
پھر گناہوں میں کیوں غرق مجھ کو کیا۔ اے مرے کردگار؟
میں نے آنکھیں جو کھولیں تو دیکھا کہ زنداں میں ہوں آ گیا
مجھ کو گھیرے ہوئے کذب و ترغیب و شیطان ہیں جا بجا
اِس طرح مرگِ فاقہ کشی سے بچا ہوں غذا کے بغیر
بار ہا قید خانہ میں کھائے ہیں مردار کے میں نے ڈھیر
کیا گناہوں سے میرے تری سلطنت میں کمی آگئی؟
کیا گناہوں نے میرے تری قوّتِ اماں لُوٹ لی؟
تو بھی بھوکا ہے کیا؟ تیرا حصّہ مگر میں نے کھایا نہیں
تُو نے فاقے کبھی نہ کئے، تو نے یہ دُکھ اُٹھایا نہیں

بال سے بھی یہ باریک پُل کیوں بنایا ہے میرے لئے
آزمائش ہے یا دام ہے جو بچھایا ہے میرے لئے
بال سے بھی یہ باریک پُل اور انسان اس پر چلے!
یا تو وہ گر پڑے، یا اُڑے، یا لٹکتا رہے، کیا کرے؟
تیرے بندوں نے بھی اک بنایا ہے پُل عام بہبود کے واسطے
تاکہ جو پار کر لے اِسے وہ تیری سمت آگے بڑھے
آرزو ہے کہ اِس پُل کی مضبوط بنیاد قائم رہے
جو بھی اِس راہِ حق پر چلے اعتماد و یقیں سے چلے
یا خدا، یہ بتا، نصب میزانِ اعمال ہے کس لئے؟
کیا یہ مقصد ہے تیرا کہ مجھ کو جہنم میں تو ڈال دے؟
تولنا زیب دیتا ہے تاجر کو، میرے خدا کو نہیں
ہاں، یہ میزان کی تول شایانِ شانِ خدا تو نہیں
جانتا ہوں کہ یہ معصیت ہے حرام الحرام اے خدا
یہ ہے اس کا منافع جو تیری عنایت کے قابل نہ تھا
تو، ہے ناظر مرے حال کا، تو مجھے جانتا ہے خدا
پھر یہ میزان کیوں نصب ہے۔ فائدہ کیا ہے اِس تول کا

مر گیا، لاش میری سڑی اور مٹی بدن ہو گیا

اے خدا، اے خدا، اب بھی بدلہ کوئی اور لینا ہے کیا؟

اے خدا، اے خدا، تیرا یونس نے کچھ بھی بگاڑا نہیں

اس کا باطن بھی ظاہر رہا، خود کو تجھ سے چھپایا نہیں

پھر یہ تحقیق کا فائدہ، اے کریم، اے شہِ ذوالجلال؟

تیرے شایاں نہیں مشت بھر خاک سے اس قدر قیل و قال

---

(۱۲)

یہ عارف خدا کے سمندر ہیں گویا
صلا ہے کہ عشّاق غوطہ لگائیں
صلا ہے کہ اہلِ خرد تہ میں جائیں
سمندر سے کچھ دُرِّ شہوار لائیں

کسی دُرِّ شہوار کی جستجو میں
بنے ہم خرد مند و دانا و بینا
مگر جوہری ہی کو معلوم ہے
کہ کیا قدر ہے موتیوں کی ہمارے

محمدؐ خدا کی زیارت کو آئے
محمدؐ نے حق اپنے اندر ہی دیکھا
اگر دیکھنے والی آنکھیں ہیں تیری
تو رَبّ ہر جگہ حاضر و جلوہ گر ہے

خرد مند لکھتے ہیں صدہا کتابیں
سیہ کر رہے ہیں وہ صفحے کے صفحے
مرا تو ہے صرف اِک مقدس صحیفہ
جو لوحِ دلِ عاشقاں پر لکھا ہے

(۱۳)

جبیں میری زمیں پر جب بھی جھکتی ہے
نکلتا ہے زمیں پر ماہِ نو میرا
بہاراں میں بدل جاتا ہے ہر موسم
مرا ہر روز ، روزِ عید ہوتا ہے

چھٹکتی چاندنی پر چاند کی میرے
نہ ڈالے کوئی بھی بادل سیہ سائے
نہ دھندلائے کبھی بھی چاندنی اس کی
زمیں سے ہو فلک تک روشنی اس کی

مرے ویران سے، سنسان سے دل میں
جب آئی روشنی تو تیرگی بھاگی
جہاں یہ چاند میرا جلوہ فرما ہو
وہاں تاریکیٔ غم کا گذر کیا ہو

مجھے اب کیا غرض ہے آسمانوں سے
کہ میرا تو زمیں پر چاند نکلا ہے
زمیں پر جس جگہ میری نگاہیں تھیں
وہیں سے ابرِ رحمت کا برستا ہے

غضب کیا ہے اگر یونس ہوا عاشق
کہ عاشق ہیں خدا کے اور بہتیرے
سرِ تسلیم خم کرتا ہے یونس بھی
کہ عشاقِ الٰہی غم سے سوزاں ہیں

⁂

(۱۴)

دوست، دریائے محبت میں اُترنے دے مجھے
اِس کی گہرائی میں جاکر، میں چلوں گا آگے
دونوں عالم کو بنا دے مری جولانگۂ شوق
لطف روحانی اُٹھا کر میں چلوں گا آگے

مجھ کو بننے دے وہ بلبل جو سُنائے نغمے
اور وہ روح کہ آزاد ہو قیدِ تن سے
دل ترے دھیان ترے خیال میں بیخود ہے اسے
وصل کی رہ پہ لگا کر میں چلوں گا آگے

للہ الحمد، کہ دیکھا رُخ زیبائے حبیب
للہ الحمد، ہوا جام مۓ وصل نصیب
نہیں دنیا کو گوارا کہ رہوں تیرے قریب
ساری دنیا کو بھلا کر میں چلوں گا آگے

عشق کے دردِ نہایت سے ہے یونس بیجاں
ساری تکلیفوں سے بڑھ کر ہے مرا دردِ نہاں
دوست گر ہے تو ترے پاس ہے اس کا درماں
اے مسیحا، تجھے پا کر میں چلوں گا آگے

۱۵

مجھے آرزوئے خدا تھی، خدا سے مِلا ہوں ، تو پھر کیا؟
میں دن رات روتا رہا تھا، اگر اب ہنسا ہوں تو پھر کیا؟
فقیروں کے میدان میں اِک لڑھکتی ہوئی گیند تھا میں
اگر اب بہ چوگان سلطاں میں چوبک بنا ہوں، تو پھر کیا؟

چمن زار میں عارفوں کے کبھی اِک گل سرخ تھا میں
کِھلا اور مہکا، مگر اب جو کملا گیا ہوں، تو پھر کیا؟
جسے اہلِ دانش نے پایا تھا زہّاد کے مدرسوں میں
اگر میکدے میں، وہ سچائی میں پا گیا ہوں، تو پھر کیا؟

(۱۶)

پاک باطن زندگی ہے جس کی انساں ہے وہی
اس کی آنکھوں میں ہے جرأت، دل میں انساں دوستی
پستیوں پر ڈالتے ہیں جو حقارت کی نظر
وہ کسی ساعت بلندی سے گریں گے لازمی

شیخ آتا ہے نظر دانا بایں ریشِ سفید
لیکن اُس کو کچھ نہیں معلوم دو عالم کے بھید
مِل نہیں سکتی اُسے ارضِ مقدس کی نوید
دل دُکھایا ہے اگر اس نے غریبوں کا کبھی

لوگ جو کہتے ہیں وہ بہرا سنے کیوں کر بھلا
اور اندھے کو نہ ہو کیوں روز پر شب کا شبہ
ملحد و کافر کی آنکھوں پر ہے اک پردہ پڑا
گو حقیقت کی جہاں میں ہر طرف ہے روشنی

شہ نشیں خالق مطلق ہے ہر عاشق کا دل
دل سے حق کو پیار ہے، یہ دل ہے حق کا اپنا دل
جس نے توڑا ہے جہاں میں ایک بھی انساں کا دل
دونوں عالم میں وہ پائے گا عذابِ زندگی

تیری آنکھوں میں ہے جو تصویر اپنی ذات کی
دیکھ اس تصویر میں تو، دوسروں کا عکس بھی
یہ ہے اصل دین و دُنیا، یہ اصولِ زندگی
دیکھ تو چاروں صحیفوں میں ہدایت ہے یہی

طور دنیا کا یہی ہے، آئے تھے جو یاں، گئے
جو یہاں ٹھہرے وہ اِک اِک کر کے سب رخصت ہوئے
اس نے پی ہوگی شرابِ عشق جو یہ کہہ سکے
ہو اگر عرفانِ حق تو جاوداں ہے زندگی

(۱۷)

خموش کرتے ہیں کام اپنا
کوئی نہ سمجھے چلن ہمارا
کسی کو ہم سے نہیں ہے مطلب
کوئی نہ جانے ہمارا منصب
ہمیں نہ حرص و ہوس نہ نفرت
کہ ہم ہیں اپنی "انا" کے دشمن

نہ ہم کسی کو حقیر سمجھیں
نہ ہم کسی کا مذاق اُڑائیں
نہ ہم ہیں نزدِ فقیہ کافر
نہ ہم ہیں اہلِ صلیبِ عیسیٰ

ہمیں تو رازِ بقا خبر ہے
ہم اپنا مقصود جانتے ہیں
ہماری ذاتی طلب نہیں کچھ
فلاح عالم کے واسطے ہم
جہاں میں آوارہ پھر رہے ہیں

کہا یہ یونس نے "اے خدا سُن"
مجھے جہاں میں خدا ہی بس ہے
نہ کانسۂ بیتیل کی ہے ضرورت
نہ سیم و زر کی مجھے ہوس ہے

---

(۱۸)

ہم کرتے ہیں جس کی حمد و ثنا، سب کرتے ہیں اس کی حمد و ثنا
جو چاہے وہ آئے، روک نہیں، راہیں بھی کھلی ہیں، در بھی کھُلا
ہم جس سے محبت کرتے ہیں، رب اُس سے محبّت کرتا ہے
جو یار کا اُس کے یار ہوا، وہ اس کو بہت محبوب ہوا
جو سچّی محبت ہے تجھکو تو یار کے یار کو یار بنا
ایسا نہ کیا تو اے عاشق، مشعوق کا حق ہوگا نہ ادا
جو سچّی محبّت ہے تجھ کو، قربان ہو سب ہی قوموں پر
یہ اہلِ وفا کا مسلک ہے، یہ دین ہے عاشق صادق کا
جو سچّی محبّت ہے حق سے، در اس کا کھلے گا تیرے لئے
مغرور نہ ہو، خود رائے نہ بن، اور اپنی "انا" کو کر دے فنا
نہ تابع و عاصی، خاص و عام تو بندے ہیں سب ہی اللہ کے
پھر کیوں یہ کسی سے کہتے ہو "گھر چھوڑ دے اپنا، باہر آ"
یونسؔ جو حقیقت جانے ہے وہ لفظ ہے گنج مخفی کا
عاشق کو غرض اللہ سے ہے، دنیا کی نہ عقبیٰ کی پروا

۱۹

اِس طرح زندگی کا سفینہ گذر گیا
جھونکا ہوا کا جیسے اِدھر سے اُدھر گیا
اُف کتنا مختصر تھا مرا عرصۂ حیات
جھپکی ہی تھی پلک کہ مٹا نقشۂ حیات

سُن، میری بات کلمۂ حق ہے خدا گواہ
یہ رُوح چند روز کو مہمانِ جسم ہے
اِکدن یہ اس مکاں سے چلی جائے گی کہیں
جیسے قفس سے چھوٹ کے اڑ جائے عندلیب

آ تجھ کو میں بتاؤں کہ یہ زندگی ہے کیا
کھیتی ہے یہ کسان کی، بوئے ہیں اس نے بیج
بکھرے پڑے ہیں کھیت میں سب تخم جا بجا
کچھ نکلے ہیں زمیں سے، کچھ دب کے رہ گئے

بیمار کی اگر تو عیادت کو جائے گا
اور اس کو لطف و مہر سے پانی پلائیگا
دیکھے گا تو کہ پھر یہی بیمار ایک دن
جنت میں تجھ کو ساغرِ کوثر پلائے گا

اپنے وطن کی یاد ستاتی ہے اب مجھے
جانے دو، دے رہا ہے صدا میرا رب مجھے
جو بھی وہاں گیا اُسے جنت ہوئی نصیب
جانے دو، میں بھی جا کے پکارونگا "یا حبیب"

(۲۰)

مجذوب کے حجرے میں ترا دھیان کروں میں
بن جاؤں گلاب اور ہمیشہ کو کِھلوں میں
اے یار ترے باغ کا بُلبُل بھی بنوں میں
پھر نغمے ترے گاؤں، ترا نام پکاروں

وہ پارچہ دو گز کا جو لائے ہیں تو لائیں
ڈالیں مرے شانوں پہ، کفن میرا بنائیں
پہنوں میں کفن، جامۂ دنیا کو اتاروں
پھر تیری طرف آؤں، ترا نام پکاروں

مجنوں کی طرح چلتا رہوں، چلتا رہوں میں
گم خود کو پہاڑوں کی بلندی پہ کروں میں
جوں موم پگھل کر میں وجود اپنا گنواؤں
خاشاک سا جل جاؤں، ترا نام پکاروں

کیا ہو گیا بنیا جو زمانہ پسِ مردن
اچھا ہو اگر قبر میں مٹی ہو مرا تن
اچھا ہو کہ میں خاک بنوں گرد اٹھاؤں
اس طرح میں اُڑ جاؤں، ترا نام پکاروں
یونس کو تو چین آئے گا منزل پہ ہی جا کے
بھٹکیں اسی دنیا میں جو منکر ہیں خدا کے
میں بن کے بطِ عشق ترے بحر میں جاؤں
غوطوں کا مزہ پاؤں، ترا نام پکاروں

---

(۲۱)

چاک کر دے، چاک کر دے دل مرا
دیکھ لے، ہاں دیکھ لے، دل میں ہے کیا
اور ایسے لوگ بھی. دیکھیں ذرا،
جو ہنسے ہیں اہلِ دل پہ بار ہا

کیا کہوں، کتنا کٹھن ہے راستہ
اس میں پتھر اور کھڈ ہیں جا بجا
پیچ در پیچ اس کا لانبا فاصلہ
گہرے پانی میں کہیں لے جائیگا

لاکھ دل میں عشق صادق ہے تو کیا
اس ڈگر پر ہو رہے ہیں ہم جدا
وہ ستم ڈھائیں گے ہم پر ہجر کا
سوزِ غربت سے جلیں گے دل سدا

اہلِ جرأت آئیں میداں میں ذرا
یہ وہ میداں ہے جہاں ہر سورما
لے کے اُترا ہے نشانِ حوصلہ
جان کی پروا نہیں اس کو ذرا

خوف کیوں یونس کے دل میں آئے گا
ایسے میداں میں اُترنے سے بھلا
جس میں آئے ہیں حقیقی سورما
اپنی طاقت آزمانے برملا

---

(۲۲)

سوچتا ہوں، کیا کہیں بھی اِس جہاں میں ہے کوئی
مجھ سا تنہا اجنبی؟

جس کا دل زخمی ہو، جس کی آنکھیں اشکوں سے بھری
ایسا تنہا اجنبی؟

جیسے میں غربت میں تڑپا، یوں نہ تڑپا کوئی بھی
ہو نہ دنیا میں کبھی مجھ سا اکیلا کوئی بھی
مرشدا، اُمید ہے آگے نہ ہوگا کوئی بھی
مجھ سا تنہا اجنبی؟

تین دن میں ہوگی لوگوں کو خبر جب موت کی
یہ کہیں گے "مر گیا وہ غم کا مارا اجنبی
غسل دیں گے سرد پانی سے کریں گے دفن بھی
آہ! تنہا اجنبی؟

میں ہوں یونس، مجھ پہ کوئی رحم فرماتا نہیں
درد کا درماں نہیں، غم کا مرے چارہ نہیں
قریہ، قریہ گھوم کر بھی آشنا پایا نہیں
میں ہوں تنہا اجنبی؟

(۲۳)

اک بار بھی توڑا ہے جو تونے دلِ انسان
بے سود ہے پھر حق کی عبادت و اطاعت
اقوامِ جہاں مِل کے اُسے دھو نہیں سکتیں
جو ہے ترے ہاتھوں، ترے چہرے پہ غلاظت
وہ سالکِ دانا جو یہاں آئے تھے گذرے
پیچھے یہ جہاں چھوڑ دیا، بڑھ گئے آگے
اس طرح اُڑے جا کے ملے ذاتِ خدا سے
پروازیں تھی ان کو ہما پر بھی فضیلت
جو راستہ سیدھا ہے نہ گمراہ کریگا
جو مرد ہے مشکل سے نہ راہوں کی ڈریگا
بینا ہے جو اللہ کا دیدار کرے گا
وہ کور ہے دیکھے جو بلندی سے کثافت

جو راستہ سیدھا ہے اگر اس پہ چلے گا
جو رہبر صادق کے سہارے پہ رہے گا
جو نیک عمل سے گذر اوقات کرے گا
محشر میں ملے گی تجھے لاکھوں گنا اُجرت

یونس ہوں زباں پر مری ہوتے ہیں کھرے بول
کڑوے نہیں، یہ بول تو ہیں شہد بھرے بول
انمول جواہر سے بھی برتر ہیں مرے بول
میں دے کے چلا سارے زمانے کو یہ دولت

---

(۲۴)

دل ہے جماعت مرا، عشق ہے اس کا امام
قبلہ مرا روئے دوست، سجدہ مرا دائمی

جب ہوا دیدارِ یار، دوئی کے پردے اُٹھے
ایک طرف رہ گئی، رسم و رہِ مذہبی

روح جب حاضر ہوئی بارگہِ دوست میں
سجدہ کناں ہوگئی، محوِ دُعا ہوگئی

سچی محبت ہے واں، دیں ملیں سب جہاں
مختلف ادیان میں کوئی نہیں دشمنی

جس نے درِ یار پہ کی ہے ہدایت طلب
اس کو ملے گا ضرور درجۂ تقدیس بھی

(۲۵)

خبر کرو مرے عشّاق دوستوں کو ذرا
کہ میں نے عشق کی بازی میں دل کو ہار دیا
میں جذبِ عشقِ حقیقی کا راج ہنس بنا
میں بحرِ عشق کا پیراک و غوطہ زن ٹھہرا

دیا جو بحر کی موجوں نے مجھ کو تحفۂ آب
وہ لے کے سوئے فلک میں گیا بے تاب
وہ میں نے نذرِ فضا کر دیا بشکل سحاب
پھر آسمانوں میں بادل کے ساتھ اڑتا پھرا

جو دیکھتے نہیں، کہتے ہیں ہم نے دیکھا ہے
جو جانتے نہیں، کہتے ہیں ہم نے جانا ہے
بس اک خدا ہے کہ جو دیکھتا ہے، جانتا ہے
میں اس خدا کا ہوں عاشق، میں اس کا ہوں بندہ

یہی زمین ہے فردوس، عاشقوں کے لئے
وہیں ہے محل جہاں عارف خدا ٹھہرے
میں کوہ طور پہ لیتا ہوں زندگی کے مزے
کہ محو حیرتِ جلوہ ہوں صورتِ موسیٰ
اگرچہ کھو دیئے ہوش و حواس یونس نے
رواں ہے وہ سوئے منزل کہ عشق رہبر ہے
قدم قدم پہ کئے اس نے شکر کے سجدے
اور اس طرح وہ دیارِ حبیب تک پہونچا

(۲۶)

یہ کیسا درد ہے جس کا کوئی درماں کہیں پایا نہیں یارب
یہ کیسا زخم ہے جو خونچکاں ہے پر نظر آتا نہیں یارب

اگرچہ ہجر میں تنہا ہے دل، پر عشق سے باز آ نہیں سکتا
یہ ہو کر مبتلائے عشق جب جاتا ہے تو آتا نہیں یارب

میں جب بھی شکوہ کرتا ہوں تو تیرا نام لے کر دل یہ کہتا ہے
اگر ہو جذبۂ صادق، دلِ عاشق کبھی بھرتا نہیں یارب

جو عاشق ہے اُسے دنیا کی دولت، جاہ و حشمت سے نہیں مطلب
جو عاشق ہے اُسے دوزخ کا ڈر یا خوفِ محشر کا نہیں یارب

وہ مر جائے تو اُس کو یاد کر کے سب دعائے خیر کرتے ہیں
مگر آتی ہے موت حیوان کو، عاشق کبھی مرتا نہیں یارب

(۲۷)

میرے قدم ہیں آگ پر، دشت بدشت کو بکو
چاک ہے میرا پیرہن، میرا بدن لہو لہو
ہوش نہیں، جنوں نہیں، عالمِ ہُو نہ ہاؤ ہو
دیکھ تو تیرے عشق میں حال مرا ہوا ہے کیا

گاہ اُڑا فضاؤں میں مثلِ ہوا اِدھر اُدھر
گاہ گیا ہوں سو بسو صورتِ رہ زمین پر
گاہ مثالِ سیلِ آب کر دیئے ایک بحر و بر
دیکھ تو تیرے عشق میں حال مرا ہوا ہے کیا

ہاتھ میں میرا ہاتھ لے، عالمِ پست سے اُٹھا
تجھ سے جدائی تابکے، سینے سے اب مجھے لگا
تو نے رلا لیا بہت، آج ہنسا بھی دے ذرا
دیکھ تو تیرے عشق میں حال مرا ہوا ہے کیا

ملک بملک، دربدر، تیری تلاش میں گیا
پوچھا ہے ہر زبان میں تیرے مقام کا پتہ
کوئی نہیں شریکِ غم، کوئی نہیں ہے آشنا
دیکھ تو تیرے عشق میں حال مرا ہوا ہے کیا

گاہ بحالتِ جنوں روتا ہوا کہیں چلا
گاہ ترے خیال میں کھو کے خموش ہو گیا
ہوش میں آ گیا کبھی، غرقِ الم کبھی ہوا
دیکھ تو تیرے عشق میں حال مرا ہوا ہے کیا

میں ہوں فقیر غمزدہ، یونس پرُ ملال ہوں
زخم ہیں سر سے پاؤں تک درد سے میں نڈھال ہوں
کوچۂ یار میں بہت ماندہ و خستہ حال ہوں
دیکھ تو تیرے عشق میں حال مرا ہوا ہے کیا

(۲۸)

یہ کتنا طویل اور فربہ بدن ہے
اسے تم غذا سے کہاں تک بھروگے
نہ بھولو کہ آئے گی اِکدن قیامت
تعیش کی غفلت میں کبتک رہوگے
مشقت کرو، اکل جائز کماؤ
شریک اپنی روزی میں اوروں کو کرلو
کمایا ہے جو کچھ وہ کھاؤ، کھلاؤ
بھٹکنے نہ پائے یہ روح مقدس
کسی مرد دانا کو مرشد بناؤ
ذرا دل کو دیکھو، ذرا دل کو سمجھو
کہ اک حج دل ہے کئی حج سے بہتر
دروغ و دغا جس نے لوگوں کو بیچے
وہ پاگل اور احمق ہے عاقل نہیں ہے
اگر سحر کے زور سے ہو یہ ممکن
تو بہتر ہے خود کو مسلمان بنالے

(۲۹)

عاشقو، دوستو، میری باتیں سنو
عشق دنیا میں اِک قیمتی چیز ہے
جو میّسر نہیں ہے ہر انسان کو
عشق وہ ساز و سامانِ تزئین ہے

کوہ کو ہے یہ لرزانے والی ہَوا
دل میں یہ ایک دنبالہ ہے نور کا
یہ جو چاہے تو شاہوں کو کر دے فقیر
عشق ہے عزم و ہمت کا عالی نشان

جس کو گھائل کیا عشق کے تیر نے
اوّل اوّل اُسے درد و غم کچھ نہ تھا
رفتہ رفتہ وہ رونے لگا کرب سے
عشق اذیّت ہے، آزار ہے، درد ہے

عشق سے ہے سمندر میں طوفاں کا زور
عشق سے ہے تموّج کا دریا میں شور
اس نے پھینکا چٹانوں کو مانندِ مور
عشق ہے قدرتِ بے اماں، بے پناہ

کتنا بے بس ہے مسکین یونسؔ یہاں
اس کا دُنیا میں غم خوار کوئی نہیں
اُس کی نعمت ہے بس ایک حبیب
عشق دنیا میں ہے نعمتِ خوش مزا

---

(۳۰)

آج کر دیا افشا، راز عشق کا میں نے
دل جو دیدیا میں نے، دل کو پا لیا میں نے

اس کا وصل ہی میری زندگی کی ہے معراج
جس کی جاں ثنا خواہ ہے، جسکو دل دیا میں نے

لوٹ لو مری دولت، اب مجھے نہیں پروا
جس کو چاہتا تھا میں، اس کو پا لیا میں نے

یہ زمیں میری ہے، عرش و آسماں میرے
اپنے دل کے گوشوں میں اِن کو رکھ لیا میں نے

کیا عجب جو اے یونس ہو گیا ہوں میں بدنام
لوگ یاد رکھتے ہیں شعر جو کہا میں نے

(۳۱)

یہ روح اک سوار ہے
یہ جسم اک سمند ہے
غذا جو کھا رہا ہے تو
یہ جسم کو بڑھائے گی
جو لقمہ بھی تو، کھائے گا
وہ جسم کو بڑھائے گا
وہ روح کو گھٹائے گا
بدن کا گوشت پھیلتا ہی جائے گا
ذرا خیالِ روح کر
کہ روح سے ہیں رحمتیں، لطافتیں
مطالبِ حدیثِ روح
سمجھ میں اہلِ عقل کی نہ آسکے
یہ روح تو ہمائے باغ خلد ہے
یہ عاشقوں کے واسطے
سرور ہے، سکون ہے

۳۲

افسوس کہ لالچ میں ہیں سب عمر گنواتے
افسوس کہ داغوں کو گنہ کے نہیں دھوتے

دیتے نہیں خیرات میں اِک نان کا ٹکڑا
افسوس کہ یہ لوگ جہالت سے ہیں اندھے

دنیا تو ہے اِک شوخ سجائی ہوئی دلہن
بھرتا نہیں دل کتنا ہی کوئی اسے دیکھے

عریاں ہو اگر جسم تو لوٹیں گے نہ رہزن
یونسؔ، جو رہِ حق پہ یوں چلنا ہو تو چلئے

(۳۲)

تعجب سے جہاں کو دیکھتا آوارہ پھرتا تھا
یکایک ہو گیا مبہوت اُٹھا یوں راز سے پردہ
تم اپنے دل میں جھانکو گے تو آئے گا نظر جلوہ
مرا محبوب مجھ میں ہے، میں اس کو دیکھ سکتا ہوں
مرے بھائی

اُتر کر میں نے اپنی روح کی گہرائی میں دیکھا
کہ کیا شے میرے اندر ہے، کہ کیا ہے واقعی میرا
کہ کیا قوت ہے وہ جو جسم میں ہے میرے پوشیدہ
مری کیا اصل، کیا پہچان ہے، یہ اب میں سمجھا ہوں
مرے بھائی

مجھے چاہت ہے اس کی اور اس کو پا نہیں سکتا
مگر میں کون ہوں، کیا ہوں؟ میں خود ہی "وہ" نہیں ہوں کیا؟
کبھی بھی اپنی ہستی سے اُسے باہر نہیں دیکھا
اور اپنے آپ کو وحدت میں اُس کی جذب پاتا ہوں
مرے بھائی

یہ کیسی ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں اَن گِنت راہیں
کہیں یہ تو نہیں مقصد کہ راہِ حق سے بھٹکائیں
میں اچھے وقت پر پہنچا، نہیں ممکن کہ بہکائیں
مُبارک تھا سفر میرا کہ میں منزل پہ آیا ہوں
مرے بھائی

کسی بے دین منکر کو نہیں محسوس ہو سکتا
مثالِ نکہت آہستہ بدن سے روح کا جانا
میں باغِ عشق کا بُلبُل ہوں، یاں نغمہ سرا آیا
یہاں، اس شہر میں مہر و وفا کے گیت گاتا ہوں
مرے بھائی

ازل سے تا ابد منصور ہوں، منصور ہوں میں ہی
اِسی باعث یہاں رکھتا ہوں میں اپنا وجود اب بھی
جلا دو، پھر جلا دو، اور اُڑا دو خاک کو میری
بنا ہوں میں خدا، نعرۂ "انا الحق" کا لگاتا ہوں
مرے بھائی

میں تھا قلّاش لیکن اب ہوا ہوں منعمِ اعلیٰ
یہ موجودات ہیں میرے، وجودِ جزو کل میرا
یہ شرق و غرب ہیں میرے، مکاں میرا، زماں میرا
زمین و آسماں میں کارفرما ہوں، سمایا ہوں
مرے بھائی

حقیقی ذات میری اپنے اندر ہی مِلی مجھ کو
خدا مجھ پر ہوا ظاہر، میں دیکھا ہی کیا اس کو
میں گھبرایا، کہ تھا یہ وسوسہ کیا جانیئے کیا ہو
مگر اب وسوسوں سے، خوف سے، ڈرسے میں بالا ہوں
مرے بھائی

لِلّٰہ رحم فرما ، رُخ سے نقاب اُٹھا دے
رخسارِ مہوش کی بس اِک جھلک دکھا دے
مانندِ انگبیں ہیں تیری صفاتِ شیریں[۵۱]
تیرے جبین و اَبرو رشکِ ہلال ٹھہرے
اوصافِ حسن کیا کیا تیرے بیاں کروں میں
اللہ بچائے رکھے تجھ کو نگاہِ بد سے
کہنا پڑا کہ قامت ہے سرو سے مشابہ
گو شک میں ڈالتے تھے کانوں کے تیرے جھمکے
تو جزوِ ذاتِ خالق ، تو عکس حُسنِ رحمت
چہرے میں تیرے دیکھے یونسؔ نے حق کے جلوے

---

۵۱ یونس امرہ نے یوں کہا ہے کہ تیری صفت کی شیرینی دلیئے اور نخت (نخود یا چنا) کی سی ہے
یہ دونوں اناج اناطولیہ میں بہت مقبول ہیں۔

۳۵

مجھے اِس جگہ سے ہے اک روز جانا
کہ آیا نہیں ہوں میں رہنے ہمیشہ
چلا جاؤں گا میں کہ ہوں پھیری والا
خریدو، خریدو، یہ سامانِ میرا

میں آیا نہیں بہر جنگ و عداوت
مرا مقصدِ زندگی ہے محبّت
میں کرتا ہوں سچائی سے دل کی زینت
کہ محبوب کا ہے دلوں میں بسیرا

مرا عشق دیوانگی ہے، جنوں ہے
سمجھتے ہیں عشّاق میرے تقاضے
اُٹھادے، دوئی کا یہ پردہ اُٹھادے
خدا، میں رہوں تجھ سے کب تک علیحدہ